

حبیب الرحمٰن

هندوستان کے مشرقی گھوارۂ تمدن اور بنگال کے
مرکز تہذیب و معاشرت

یعنے

ڈھاکہ اور اوسکے ملحقات کے قبور مسلمین کے حالات

آسودگان ڈھاکہ



جسمیں

تلاش و تحقیق کے گراں‌مایہ نتائج پہلی بار پیش کئے گئے ہیں
اور بنگال کی ضمنی تاریخ پر ایسی روشنی ڈالی گئی ہے
کہ ہر زاویۂ مستور جگمگا اوٹھا ہے



اثر خامہ

رئیس الاطباء

مولانا حکیم حبیب الرحمٰن اخون زادہ

بالقابہ

۱۹۴۶ع

بار اول

قیمت فی جلد تین روپیہ



بسعی مرزا منظر علی منظر
منظر پریس، مہاوت ٹولی، ڈھاکہ میں چھپا
اور
امدادیہ لائبریری، چوک بازار، ڈھاکہ سے شائع ہوا



فہرست

		صفحہ
(۱) پیش لفظ		مستقلاً ۱۳
(۲) وارڈ نمبر ایک کے مزارات	...	۱—۱۴
(۳) وارڈ نمبر دو کے مزارات	...	۱۵—۲۴
(۴) وارڈ نمبر تین کے مزارات	...	۲۴—۳۷
(۵) وارڈ نمبر چار کے مزارات	...	۳۸—۵۳
(۶) وارڈ نمبر پانچ کے مزارات	...	۵۴—۶۱
(۷) وارڈ نمبر چھہ کے مزارات	...	۶۱—۷۹
(۸) وارڈ نمبر سات کے مزارات	...	۷۹—۱۱۳
(۹) مضافات شہر کے مزارات	...	۱۱۴—۱۳۸
(۱۰) شیعہ حضرات کی قبریں	...	۱۳۹—۱۵۳
(۱۱) استدراک	...	۱۵۴—۱۵۸

معذرت و شکریہ

۱۰۳ ڈگری کے بخار میں پیش لفظ لکھا گیا - ابتدائی کئی صفحے تو صرف بحرانی ہذیان ہیں - املاء کی غلطیاں' زبان کی خامیاں اور کمپوزیٹر کی اصلاحیں سب درست ہوسکتیں تھیں اگر میری صحت درست رہتی اور آنکھیں صحیح طرح کام کر سکتیں - صحت نامہ ان بیشمار اصلاحوں کیلئے شامل کرنا بیکار ہے کہ میں نے کسیکو نہیں دیکھا کہ صحت نامہ سے مقابلہ کرکے کتاب پڑھتا ہو - کتاب کا بھلا برا چھپ جانا ہی میرے ذوق کی تسکین ہے اور بس - نہ ستایش کی تمنا نہ صلہ کی پرواہ -

'آسودگان ڈھاکہ' سلسلۂ تاریخ ڈھاکہ کی پہلی کڑی ہے - دوسری کڑی 'مساجد ڈھاکہ' اور تیسری کڑی 'ڈھاکہ اب سے پچاس برس پہلے' اور چوتھی کڑی 'شعرائے ڈھاکہ' ہے مگر مسک الختام 'ثلاثہ غسالہ' ہے - زندہ رہا اور توفیق شامل الہی رہی تو (انشاء اللہ) یہ سارے خرافات چھپ جائینگے ورنہ میری وصیت کے مطابق تمام مسودے ڈھاکہ یونیورسٹی کو نذر کے دئے جائینگے یا میرے بعد کن فیکون شد' شدہ باشد *

جن احباب نے دوڑ دھوپ میں میرے ساتھ شرکت کی اور جنکے مہربانیوں سے میں نے فائدہ اٹھایا خصوصاً سید باقر علی خان صاحب' شاہ سید عبد النعیم صاحب اور ماسٹر دین محمد خان صاحب کا دلی شکریہ ادا کرنا میرا فرض ہے - کہ من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ -

اٹھو جاتے ہیں بتکدہ سے میر + پھر ملینگے اگر خدا لایا

و السلام *

ڈھاکہ		نیاز کیش
۲۴ اکتوبر سنہ ۴۶ع	}	مؤلف (احسن اللہ الیہ)



نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

لڑکپن تھا کہ مجھے اُردو لکھنا پڑھنا آ گیا - اُسی عہد سے خیال تھا کہ ڈھاکہ کی مساجد اور مقابر کا حال لکھوں - جبکہ میری عمر دس بارہ برس کی تھی اُس وقت بھی میں نے کتنی مساجد کی تاریخ اپنے بیاض میں لکھ لی تھی - سنہ ۱۹۰۴ع میں بعد فراغت تعلیم گھر آیا - مطب کی مصروفیت کے ساتھ متاہلانہ زندگی شروع ہوئی پھر پارٹیشن ہوا تو سیاسی زندگی کی بسم اللہ بھی ہوئی اور دن رات میرے مرشد سیاسی سرسلیم اللہ مرحوم مغفور کے ساتھ کام کرتے گزرنے لگا - لیگ سے پہلے مسلم کنفڈریسی بنی تو اسمیں بھی شریک غالب رہا اور جب اسی خاکہ پر مسلم لیگ بنائی گئی تو مرحوم مغفور سکریٹری بنے اور میں جوائنٹ سکریٹری مقرر ہوا - سنہ ۱۹۰۶ع میں ڈھاکے کا سب سے پہلا اردو رسالہ 'المشرق' نکلا جو ھفتہوار اخبار بن کر مجھے داغ مفارقت دے گیا - طالب العلمی میں کچھ رسائل لکھے تھے جن میں الفارق اور حیات سقراط چھپے - الفارق دیکھکر مخدومی حاذق الملک حکیم حافظ محمد اجمل خاں صاحب مرحوم نے ۵۰ جلدیں خرید کر میرا حوصلہ بڑھایا - کئے رسائل عربی

اور اردو کے چھپنے سے رہگئے - سنہ ۱۹۰۶ع میں یہاں ایجوکشنل کنفرنس کی تقریب سے متکلم اسلام علامہ شبلی مغفور تشریف لائے تو میں نے ان کے خدمت میں یہ خیال پیش کیا کہ حاجی خلیفہ کی کشف الظنون کی طرح صوبہ وار کتابوں کی حالات مع مصنفین کے مختصر ترجمہ کوئی لکھدے تو ھندوستان کی یہ ایک بڑی علمی خدمت ھو - علامہ نے تحسین فرمانے کے ساتھ حکم دیا کہ بنگال کا حصہ تو پورا کر - ۴۰ چالیس برس سے کچھ نہ کچھ کرتا رھا ھوں مگر مسلسل کام نہیں ھوتا تاھم اب کام ختم ھو چکا ھے - ممکن ھے کہ وہ بھی ابکی چھپ جائے کہ بنگال و آسام کی علمی تاریخ ھے اور میرے چہل سالہ جد و جہد کا نتیجہ *

مساجد ڈھاکہ کے بارے میں ایک رسالہ تیار ھے جو اس رسالہ کے متصل بعد ھی اشاعت پائیگا انشاء اللہ تعالے - اور اس کے بعد اگر زندگی اور صحت رھی تو ثلاثہ غسالہ کی باری آسکتی ھے ڈھاکہ ریڈیو نے یہ اقرار کرکے کہ وہ طبع کرا دینگے ۱۶ مقالے- "ڈھاکہ اب سے پچاس برس پہلے" مجھسے لکھویا اور پھر "کچھ پرانی باتیں" کے عنوان سے ۲۰ مقالے پڑھوائے پھر اسی وعدہ پر اور اسی طرح ڈھاکہ کی تاریخی عمارات پر ۱۲ مقالہ پڑھوائے مگر ایفاے وعدہ کی امید نہیں اگر مجھے خود اجازت دیدیں تو طبع کراؤنگا - ان تینوں مقالے میں ڈھاکہ کے سابقہ حالات اتنے آگئے ھیں کہ اون کا چھپنا ضروری ھے مگر جہاں برادران وطن مالک حل و عقد ھوں وھاں اس اسلامی شہر کی تاریخ پر کیا روشنی ڈالنے کی امید کی جاسکتی ھے ؟

ابکه داهنی آنکه مین پانی آتر رها هے قوی مضمحل هو چکے هین کتب خانه جو ساری زندگی کا اندوخته هے بے ترتیب پڑا هے - کام بہت اور زندگی ختم هو رهی هے - ساته والے جا چکے هین جو هین چلنے پر طیار بیٹھے هین اگر اس عمر مین اپنے رسائل و کتب کی اشاعت هی کرا سکا تو سمجھونگا که مین نے زندگی بیکار نہین کھوئی - وما توفیقی الا باللہ ۰

مقصد اس رساله کی تحریر سے زیادہ تر اپنے ذوق کی پرورش هے اور اس کے بعد ایک فرض انسانی پورا کرنا هے که جن لوگون کے طفیل یہان الله اور رسول کا نام پهیلا ان کا تذکار ضروری سمجھتا هون که تاریخ کے مطالعه سے بہت سے ایسے نامون کا هم کو علم هوتا هے جو اس سرزمین مین آسوده هین اور آج ان کا پته لگانه محال هے - ان ۴۰ چالیس برسون مین میری آنکھون نے جو انقلاب دیکھا هے اور خود میرے دیکھتے دیکھتے مٹے نامون کے نشان کیسے کیسے - یه دیکھکر اس رساله کے چھپنے کی ضرورت آج اور بهی سنگین سے سنگین تر هو جاتی هے مثلاً احمد بن محمد معروف به شیخ الحدار المتوفی ۱۱ محرم سنه ۳۴۱ یا اسماعیل بن سعید نیشاپوری المتوفی ۱۷ شعبان سنه ۳۶۶ کے متعلق تذکرة الصلحاء مین بوثوق بیان کیا گیا هے که یه حضرات اسی ڈهاکے مین مدفون هین - ان حضرات کے بہت بعد بختیار خلجی نے بنگال فتح کیا هے - مگر یه حقیقت هے که اسلام هر جگه تلوار سے پہلے مبلغین کے ذریعه پہونچتا رها هے - مجهے

متعدد حضرات کا نام معلوم ھے جو خجی کے ورود سے بہت پہلے بنگال میں آئے ھیں - خیر یہ تو پرانی بات ھے - کل کا ذکر ھے کہ اسی شہر میں ایک نامور فقیر تھے شاہ عاقل نامی جب نواب اسلام خان چشتی یہان آئے ھیں وہ موجود تھے مگر آج کون بتلائیگا کہ وہ کس سلسلہ کے فقیر تھے اور کب وصال ھوا اور کہان مدفون ھیں - اس طرح تذکرۃ الصلحا سے معلوم ھوا کہ شیخ محمد حمزہ بن شیخ عباس قادری نے ۲۷ ربیع الاول سنہ ۱۲۸۸ انتقال کیا اور یہان آسودہ ھیں مگر کوئی اونکے مزار سے واقف نہیں حالانکہ یہ حال کی بات ھے میں اس کو ایک بدنصیبی اور قومی زوال سمجھتا ھون کہ ھمارے اکابر یون گمنام ھوجائین حالانکہ یہی لوگ ھیں جنکی برکتون سے ڈھاکہ آج بھی آباد ھے -

تیسرا مقصد یہ ھے کہ میرے بہت سے جاننے والون کو میرے بارے میں یہ حسن ظن ھے کہ میں اسلامی تاریخ خاص کر بنگال کی تاریخ سے بہت واقف ھون - اس رسالہ کا مطالعہ انکو یقین دلائیگا کہ جو شخص اپنے مسقط الراس کے بارے میں ایسا قلیل المعلومات ھے وہ بنگال کے اسلامی تاریخ کیا جانیگا اس طرح انکا حسن ظن آپ سے آپ جاتا رھیگا -

مجھے یقین ھے کہ میں اس آخری مقصد میں ضرور کامیاب ھوا ھون اور اپنی ذات پر سے ایک بڑے اتہام کی دفعیہ کی کوشش بار آور ھوئی ھے -

بنگال بھر میں میرے علم میں ڈھاکہ ھی ایک ایسی آباد جگہ ھے جہاں بے شمار پکی قبریں ادھر اُدھر نظر آتی ھیں - اور شہر کے علاوہ ضلع بھر میں خاصکر نارائن گنج سب ڈویزن میں جہاں اب بنگالہ کی پرانی راجدھانی یا دارالحکومت سنارگاؤں واقع ھے - مزارات کی کوئی کمی نہیں ھے - لیکن میں نے اپنے اس رسالہ میں ایک خاص قطعۂ زمین پر جو مزارات واقع ھوے ھیں - صرف انہیں کا تذکرہ کیا ھے - اور پورے ضلع کیلئے اگرچہ مرے پاس سامان بہت کچھ موجود ھے مگر پھر بھی مزید تحقیقات اور کوشش کی ابھی ضرورت ھے - اگر خدا نے توفیق رفیق فرمائی تو میں خود دوسرے حصہ میں پورے ضلع کا حال لکھونگا - ورنہ مردے از غیب برون آید و کارے بکند *

ھمارا شہر خدا اوسے ھمیشہ آباد رکھے ۳ تین تھانوں کا حامل ھے یعنی— ۱ کوتوالی - ۲ لال باغ اور ۳ سترہ پور یعنی میری موضوع کتاب کا حدود اربعہ یہ ھے کہ پچھم جانب دریاے تاراک پورب طرف دریاے سیتالکھا دکھن سمت دریاے بوڑھی گنگا اور اتر سرحد بھی دریاے تونگی یعنی تاراک ھے جو جاکر سیتالکھا میں گرا ھے اس قطعہ میں شہر کے مذکورہ تین تھانوں کے علاوہ تیزگاوں، فتح اللہ، نرائن گنج کے ۳ تھانے ھیں گویا ٦ چھہ تھانوں کے اکثر مزارات کا ذکر میں نے کر دیا ھے اور جو رہ گیا ھوگا وہ میری لاعلمی سے رہ گیا ھوگا - ان مزارات پر زائرین بسہولت بذریعۂ گاڑی

۲ مطبوعہ تذکرے جنکی ایک بڑی تعداد میرے کتب خانہ میں موجود ہے -

۳ لاتعداد پرانے دستاویزات کا مطالعہ جو زیادہ تر یوں میرے ملاحظہ میں آئے کہ اب بد قسمتی سے اونکا پڑھنے والا سارے شہر میں میرے سوا کوئی باقی نہیں -

۴ بہت سی انگریزی بنگلہ اردو فارسی مطبوعہ تاریخیں اور یہ بیشمار ہیں - اسکے بعد وہ نوادرات ہیں جو میرے کتب خانہ کی زینت ہیں - مثلاً

۵ کبریت احمر فارسی قلمی مؤلفہ حضرت شاہ نوری رحمۃ اللہ علیہ -

۶ مجموعہ مراثی و اعمال حضرت شاہ محمدی رحمۃ اللہ علیہ قلمی فارسی -

۷ اطلاع نامہ از حضرت شاہ روشن علی بنام حضرت شاہ حسن رضا فتوحہ رحمۃ اللہ -

۸ وفات نامہ نظم فارسی قلمی از صوفی حافظ مغفور -

۹ وفات نامہ مثنوی فارسی قلمی از صوفی فضل الحق مرحوم هردو دربیان وفات حضرت صوفی محمد دائم قدس سرہ العزیز -

۱۰ بیاض خاندانی از صوفی سید شاہ عبد المنعم صاحب رضوی

۱۱ بیاض خاندانی از صوفی شاہ سید احمد اللہ - ام - اے سجادہ نشین حال -

۱۲ تاریخ ڈھاکہ قلمی از محقق شہیر آقا احمد علی احمد' جہانگیر نگری مغفور -

۱۳ بیاض خاندانی از عزیز محترم مولوی سید شاہ محمد اعظم صاحب سلمہ -

وارڈون کا حال بیان کرنے سے پہلے نامناسب نہین کہ یہ چند سطرین آپ سن لین - اس سے اس کتاب کے متعلق زیادہ بصیرت ہوگی -

بنگال مین مسلمان خشکی اور تری دونون جانب سے آئے مگر ڈھاکے کی مسلم آبادی زیادہ تر خشکی کے راستے آئی - بختیار خلجی کے بہت پہلے مسلمان یہان آنے لگے تھے - ہندو انکو ترک کہتے تھے اور اونکی خصائل و عادات طور طریقے اور بہادرانہ تیور سے اچھی طرح واقف ہوچکے تھے - ان مین مبلغین کی جماعت زیادہ تھی اور شاذ و نادر تجارت پیشہ اور مبلغین کے ساتھ مریدون کی جماعت بھی ہوتی تھی - بختیار خلجی کے بعد تو پھر مسلمانونکی جوق جوق آمد ہونے لگی - ہر فاتح کے ساتھ لاو لشکر جو آیا یہین رہگیا کہ اس دوزخ پر از نعمت مین - جو آتا اکثر واپس نہین جاتا اسطرح یہ غیر ملکی ملکی بن گئے - اونکی بڑی تعداد مشرقی بنگال مین بسی اور یہین پیوند زمین ہوئی انکے نام لیوا آج اپنی خاص شکل و صورت اور قد و قامت سے ملکی باشندون مین ممتاز نظر آتے ہین اور عہد مغلیہ مین تو یہ قاعدہ اخیر عہد تک جاری رہا کہ جو گورنر آگرہ سے آتا اپنے ساتھ بڑی جماعت عملہ فعلہ لاو لشکر کا لاتا - ہر قسم کے پیشہ ور اور ہنرمند ساتھ آتے اور جب وہ یہان سے جاتا تو ایک بڑی جماعت بنگال کے جادو سے مسحور ہو کر یہان رہجاتی - ڈھاکہ

کہ مدت تک حاکم نشین شہر رہا ہے وہ اپنی خاص تہذیب اور تمدن کا حامل ہے - شہر کی بڑی آبادی جو سکہ باش یا خوش باش کہلاتی ہے وہ آج تک اردو بولتی ہے - انہین مین اب تک دو چار نیک بختین رہگئی ہین جو سلام کے جواب مین کہتی ہین "اللہ ہفت ہزاری کرے" - حالانکہ ہفت ہزاری کے معنی نہ وہ خود جانتی ہین اور نہ اونکے مخاطب - مگر اب انقلاب ہو رہا ہے اور بڑی تیزی سے ہمارے تمدن و معاشرت پر زوال آرہا ہے - تاہم ہمارے گھرون مین قدیم سے قدیم اردو محاورے آج بھی سنائی دیتے ہین مگر ان بوڑھیون کے دم تک •

شہزادہ عظیم الشان اور مرشد قلی خان کی چپقلش سے ڈھاکہ برباد ہونا شروع ہوا اور عظیم الشان نے ڈھاکہ سے چلکر پٹنے کو عظیم آباد بنایا - ادھر مرشد قلی خان نے مخصوص آباد کو مرشد آباد قرار دیا اور اسکے بعد تو آگرہ یا دہلی سے گورنرون کا آنا ہی بند ہو گیا اور ڈھاکہ مین صرف نائب ناظم رہنے لگا - یہ وہ سرگزشت ہے جسے ہزار صفحے مین سمانا چاہئے لیکن اس رسالہ کیلئے اتنا بھی بہت ہو گیا ہے •

شہر کی آبادی کی حالات قدرۃً یہ ہے - چوک سے جسقدر پچھم جاتے جائیے نالے کھال بیل جھیل نابود ہوتے جائینگے اور قدم قدم پر محسوس ہوگا کہ آپ نشیب سے فراز کی طرف جا رہے ہین - چوک سے جسقدر پورب جائینگے نشیب پائینگے - گڑھے خندق جھیل نالے قدم

قدم پر سدراہ ہونگے اور ہرطرف جلّوں اور کھالوں کا ایک جال بچھا ہوا ملیگا جہاں پہلے بارہ مہینے کشتی چلتی تھی اور اب صرف برسات میں چلتی ہے اگرچہ حقیقت یہ ہے کہ اب بہت سے نالے بند ہو گئے ہیں یا مسدود کردیئے گئے ہیں - پہلے ان جگہوں میں خرابئ آب و ہوا کیوجہ سے آبادی نہیں تھی اور ان میں جو ٹیلے تھے وہاں مسلمان اپنی نعش دفن کرتے تھے لیکن جب سنہ ۱۷۷۰ عیسوی میں بنگالے میں زبردست قحط پڑا اور آدمی آدمی کو کھانے لگا تو نصیرآباد (میمنسینگھ) کمرلہ سودارام (نواکھالی) جلال پور (فرید پور) کے غریب اور فاقہ زدہ لوگ شہر میں آنکر بس گئے - شہر میں خالی زمین سوائے ان نشیبی مقامات کے باقی نہیں تھی اسلئے یہ سب لوگ انہیں مقامات میں بس گئے کہ وہ اپنے دیس میں بھی ایسی ہی زمینوں پر رہتے سہتے تھے - یہ تمام آبادی شہروں سے نہیں دیہات سے آئی تھی اور سب کاشتکار پیشہ تھے مگر ان میں منشی میانجی خوندکار بھوئیاں قسم کے درجةً اونچے لوگ بھی تھے جنکا آذوقہ انہیں لوگوں پر تھا اسلئے یہ لوگ بھی مجبوراً ساتھ آئے ان سب لوگوں نے بھیک مانگنا پسند نہیں کیا اور شہر کے امراء کا دھان جو خزانہ کے بدلے وصول ہوتا تھا کوٹکر پیٹ پالنے لگے کہ وہ اپنے گھروں میں بھی یہی کام کرتے تھے اور آج بھی تمام دیہات میں یہی کرتے ہیں اسلئے یہ لوگ کوٹّی کہلائے کہ دھان سے چانول نکالنے کو دھان کوٹنا کہتے ہیں - یہ لوگ اپنی

زبان بنگلہ بولتے رہے لیکن امتداد زمانے سے انکے مرد اردو سے واقف ہوگئے - بہت جلد ان لوگوں نے یہ پیشہ ختم کردیا اور معماری اور تجارت کرنے لگے اب ان میں ماشاء اللہ خطاب یافتہ٬ تعلیم یافتہ بڑے بڑے لوگ موجود ہیں - یہ پوری نو آبادی جلّوں اور نالوں کے کنارے آج بھی موجود ہے اور جب اطراف نواب گنج ویران ہوا تو کچھ لوگ وہاں جاکر بس گئے اور کچھ رحمت گنج اور پشتہ میں رہنے لگے مگر افغان اور ترکوں کی آبادی خوش باشوں میں گم ہوگئی ‌•

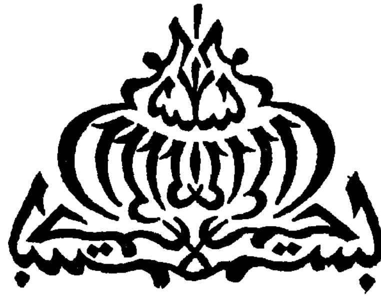
اب یہ کہنا باقی رہا ہے کہ پٹھانوں کا شہر کہاں تھا اور مغلوں کا ڈھاکہ کونسا ہے ؟ پٹھانوں کا ڈھاکہ درحقیقت مسنڈی سے لیکر اتر جانب پانڈو ندی تک ہے اور پچھم میں پھول بڑیہ سے گزرتا ہوا چاندنی گھاٹ تک - اسکی اندرونی سرحدیں یوں سمجھئے کہ پورب دولائی ندی دکھن دولائی ندی کی شاخ جو بنگسال تک آنکر سری چک کے پل سے گزر کر چاند خاں کے پل سے آگے بڑھکر بخشی بازار سے ہوتے ہوئے چاندنی گھاٹ کے پورب دریاے بوڑھی گنگا میں گرتی تھی اور یہی پچھم سرحد ہے - مغلوں کا ڈھاکہ یعنی مغلوں نے جو نو آبادی بسائی تو یوں سمجھئے کہ چوک کے پچھم سے شروع ہوکر سات گنبد تک کی زمین مغلوں کا ڈھاکہ ہے - اگرچہ جلد ہی انہوں نے اوس زمین کو بھی جو بوڑھی گنگا سے نکلی تھی شہر میں شامل

کرکے عمارتین بھی بنائین۔ لوھے کے پل بننے سے پہلے دولائی ندی پر ایک پل تھا مگر مجہے تحقیق نہین ھوا کہ یہ پل پٹھانون نے بنایا تھا یا مغلون نے - ظن غالب ھے کہ پٹھانون نے بنایا ھوگا کہ اس ندی کے پار بوڑھی گنگا پر (عالم گنج) مین اونکی ایک چوکی جسے بہارستان غیبی نے قلعہ بیگ مراد خان بتلایا ھے موجود تھی - بہرحال ادھر یعنے پل پار کوئی بڑی آبادی ھو یا نھو یہان مسلمانون کے چند قبرستان تھے اور امرا اور روساء شہر کے باغات - قدیم باغون مین سے اب ایک جگہ حقہ بردار کا باغ کہلاتا ھے *

کتاب کے نسبت مقدمہ طویل ھوگیا مگر مین دیکھتا ھون کہ کہنے کے قابل باتین پھر بھی بہت رھگئین *

حکیم حبیب الرحمن روڈ } **حبیب الرحمن اخون زادہ**
جہانگیر نگر ڈھاکہ' بنگالہ } کان اللہ لہ





آسودگان ڈھاکہ



وارڈ نمبر ایک کی مختصر کیفیت
اور اوسکے مزارات

جیسا کہ بیان ہوا ڈھاکہ فی الحال میونسپل سہولت کے بنیاد پر سات وارڈون پر منقسم ہے - پہلے وارڈ کا حدود اربعہ یہ ہے :-

دکھن جانب دریاے بوڑھی گنگا بہتی ہے - اتر جانب دولائی ندی کی شاخ - پورب سمت رگھو بابو کے باغ والا پل اور پچھم جانب وارڈ نمبر ۲ کی سرحد جسکا بیان الگ ہوگا - اس وارڈ مین آج کل مسلمان کم ہین اور میرے علم مین یہان کوئی قدیم مسلمان خاندان آج آباد نہین ہے لیکن مساجد کی کثرت سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی ادھر بھی مسلمانون

کی کثرت تھی - اس وارڈ کا کچھ حصہ بہت ھی قدیم ھے مثلاً عالم گنج یا کاغزی ٹولہ کہ یہ عہد مغلیہ سے پہلے کی آبادی ھے مگر دونون نام عہد مغلیہ کے ھین - چنانچہ اب جسے عالم گنج کہتے ھین یہین دریاے بوڑھی گنگا پر بیگ مراد خان کا قلعہ تھا جو ڈھاکہ مین دریائی راستہ سے آنے والون کی دید بانی کرتا تھا - یہ قلعہ نواب اسلام خان چشتی کے ڈھاکہ آنے کے بہت پہلے سے موجود تھا - اب اسکی نشانیان دور تک کچھ اوپر اور زیادہ تر تہ آب پھیلی ھوئی ھین - اور مجھے ناز ھے کہ سب سے پہلے مین نے ھی اس قلعہ کا پتہ لگایا ھے - یہ عہد افاغنہ کی یادگار ھے اور سوائے قلعہ قدیم کوئی بھی اس سے پرانی عمارت آج ڈھاکے مین نہین ھے •

اس وارڈ کے بعض محلے اب تک اُردو بولتے ھین - مثلاً عالم گنج' کاغذی ٹولہ' رکن پور اور کچھ محلے مقامی بنگلہ •

اسی وارڈ مین سکھون کی مشہور سنگت ھے جہان گرو تیغ بہادر کی تلوار اور ایک تحریر محفوظ ھے - یہین فرانسیسون کی تجارتی کوٹھی تھی اب اسکی جگہ فرانس گنج موجود ھے - اس وارڈ کی بڑی آبادی ھندو مہاجنون کی ھے - بلحاظ تمول اور تجارت کے یہ وارڈ تمام ڈھاکہ پر فوقیت رکھتا ھے •

اب اس وارد کے مزارات کا حال سنئے

مزار گونگا شاہ رحمۃ اللہ علیہ

یہ مزار بوڑھی گنگا کے کنارے محلہ عالم گنج میں واقع ہے ۔ اس مزار کے ساتھ ایک گنبد کی ایک مسجد بھی ہے ۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ مسجد مزار سے پہلے کی ہے ۔ تقریباً سو برس ہوئے یہاں ایک فقیر مقیم تھے جو کسی سے بات چیت نہیں کرتے اور ہر وقت خاموش رہتے تھے ۔ اسلئے لوگ اونہیں گونگا شاہ کہتے تھے ۔ وہ کسیکا ہدیہ قبول نہیں کرتے تھے ۔ مگر اس عہد کے مخیر رئیس مرزا غلام پیر مرحوم اونکے بہت معتقد تھے ۔ مرزا صاحب کے یہاں سے روزانہ ایک نوکر خوان لیکر آتا تھا ۔ اگر جی میں آیا تو کھا لیا ورنہ لانے والے کا پیٹ بھرا ۔ آپ کے متعلق یہ معلوم نہ ہو سکا کہ کہاں کے باشندے تھے ۔ انکی کرامتوں کی بڑی شہرت تھی ۔ ایک خادم آج بھی مزار پر موجود ہے اور لوگ زیارت کرنے آتے رہتے ہیں •

مزار مستان شاہ رحمۃ اللہ علیہ

یہ مزار لوہے کے پل کے پار بڑی سڑک پر ہے ۔ چالیس پچاس برس ہوئے سڑک کنارے ایک کمل پوش خاموش بیٹھے رہتے تھے ۔ لوگ انکے بھی معتقد تھے ۔ یہ اس مزار کے خادم تھے ۔ پہلے ایک گھر میں کچی قبر تھی اب عقیدت مندوں نے ٹین شیڈ ڈلوا دیا ہے ۔ اس سے زیادہ حال معلوم نہیں •

مزار نواب علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

اسی شہر کے باشندے تھے - ہروقت عالم جذب میں رہتے تھے - محلہ فرید آباد میں قیام تھا جہاں آج انکا مزار بھی ہے - صاحب اولاد تھے - عجیب بات تھی جو کوئی کسی مقصد کیلئے آتا اُس سے بڑی بڑی رقمیں طلب کرتے (پانچ ہزار سے کم طلب ہی نہیں کرتے تھے) لیکن ایک پیسہ بھی نہیں لیتے تھے - نواب سر احسن اللہ مرحوم انکے بڑے معتقد تھے - چنانچہ انکے رہنے کیلئے انہوں نے ایک پختہ مکان بنوا دیا تھا - اسی مکان کے صحن میں ۹۶ کی عمر طے کر کے دفن ہوئے - دولائی گنج اسٹیشن جانے کے راستے پر یہ مکان والا مزار ہے - تقریباً ۳۲ برس ہونے رحلت کی - ایک بوڑھے صاحب زادے موجود ہیں وہ بھی مجذوب ہیں اور انکے بھی بہت لوگ معتقد ہیں -

مزار کالا چاند شاہ مرحوم و مغفور

یہ مزار گونگا شاہ کے مزار کے ذرا اتر اسی احاطہ میں ہے - انکا انتقال ابھی پندرہ سولہ برس ہوئے ہوا ہے - یہ چاٹگام کے رہنے والے تھے اور یہیں بس گئے تھے - انتقال سے کچھ ہی پہلے انکی شہرت ہوئی - میں ان سے ملا ہوں کہ اکثر میرے زیر علاج رہتے تھے مگر پتہ نہیں لگا کہ کس سلسلہ کے فقیر تھے - انکی باتیں کم سمجھ میں آتی تھیں مگر وہ مجذوب نہیں تھے *

مزارات دھوب کھلّہ

ڈھاکہ میں وہ جگہ جہاں دھوبی کپڑے دھوتے ہیں دھوب کھلّہ کہلاتی ہے - مگر بنگالی لہجہ میں دھوپ کھولا کہتے

ھین - یہ دھوپ کھلہ محلہ گنڈریہ مین ھے - یہان مسلمانون کا
پرانا قبرستان تھا جو اب ھندون سے آباد ھو رھا ھے - یہان
ایک ھی سلسلہ مین تین پکی قبرین ھین جو پہلے کھلے میدان
مین تھین - اب اس محلہ کے ھندو حضرات نے چار دیواری سے
محوط کر دیا ھے - ایک قبر پر گچ کاری کے بیل بوٹے بنے
ھوئے ھین - اسکے طرز سے معلوم ھوتا ھے کہ مزارات عہد مغلیہ
کے ھین ●

طبیہ حبیبیہ کالج کے ایک قدیم مستند مولوی حکیم محمد
یونس جو ان مزارات کے پچھم سو گز دور ایک مسلمان
کے گھر مقیم تھے اونھون نے مجھسے مکرر بیان کیا کہ مذکورہ
قبرون سے شب کو روشنی کا ایک گولہ نکلتا ھے جو پورب
سمت چلا جاتا ھے اور گھنٹہ ڈیڑہ گھنٹہ بعد پھر آنکر غائب
ھو جاتا ھے - محلہ بھر اکثر یہ تماشہ دیکھتا ھے - مین گیا تو
ھندو باشندون نے بھی اسکی تصدیق کی اور اونھون نے خود
چوگرد احاطہ کے تجویز پیش کی اور محلہ کی منظوری سے
محوطہ بنا دیا ●

مزار سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ

دولائی گنج اسٹیشن جانے کی سڑک پر داھنے جانب ایک
بلند چبوترہ پر ایک قبر ھے اور چبوترے کے نیچے بھی چند
قبرین ھین - یہ بہت پرانی قبرین ھین - لوگ سید صاحب
کا مزار بتلاتے ھین - نام نہ کوئی جانتا ھے اور نہ حال -
یہ محلہ پہلے فرید آباد کہلاتا تھا - مسلمان یہان بہت تھے اب
پوری اسٹریٹ کے اندر کئے گھر ھی مسلمانونکا باقی ھے ●

مزار شاہ فرید رحمۃ اللہ علیہ

یہ مزار سترا پور تھانہ کے احاطہ میں عمارت تھانہ کے پچھم جانب ہے ۔ پہلے کھلے آسمان کے نیچے یہ پختہ قبر تھی اب پولیس والوں نے ٹین شیڈ ڈلوا دیا ہے اور وھی اسکی نگرانی اور روشنی کا انتظام کرتے ھیں ۔ کہا جاتا ہے کہ یہ شاہ فرید کا مزار ہے جنکے نام سے فرید آباد آباد ہے ۔ لیکن فرید آباد تو کھال کے مشرقی کنارے پر ہے ۔ البتہ اسلام خان چشتی کے ساتھ آنے والوں میں انکے ایک رشتہ دار فرید چشتی کا پتہ لگتا ہے مگر انکا یہاں مرنا معلوم نہیں ۔ اس مزار کے پہلو میں ایک کتبہ موجود ہے مگر یہ کتبہ کسی مسجد کا ہے اور خدا جانے کسنے یہاں لگا دیا ۔ کتبہ سے معلوم ھوتا ہے کہ شیخ چاند ابن کبیر ابن رحیم داد نے سنہ ۱۱۱۳ ھجری میں کوئی مسجد بنائی تھی یہ اوسی مسجد کا کتبہ ہے ۔

مزار نواب پورہ

ھم لوگ سرکاری گرجا سے ریلوے کروسنگ تک جو راستہ جاتا ہے اسے نواب پور یا نواب پورہ کہتے ھیں ۔ اسی راستہ میں وکیل انسٹیٹیوشن کے پہلو سے ایک پتلی گلی صرف مزار تک جانے کیلئے موجود ہے ۔ لوگ زیارت کیلئے آتے جاتے رھتے ھیں ۔ مگر حال کسیکو بھی معلوم نہیں ۔ بیراگی ٹولہ اور کلتہ بازار اور ساھواوجھیال نگر کے مزارات سے کہ سب ایک ھی قطعہ میں ھیں اور ایک دوسرے سے زیادہ فاصلہ پر بھی نہیں، گمان ھوتا ہے کہ یہاں عہد افاغنہ میں

مسلمانون کا کوئی قبرستان ہوگا کیونکہ یہ جگہ آباد ہوئے تقریباً پونے دو سو برس ہوئے ہیں اور یہ قبرین اوسی عہد کی ناموروں کی ہیں - و اللہ اعلم •

مزار پیراگی ٹولہ

یہان پر ڈھاکہ کے مشہور رئیس شیخ عنایت اللہ کے مکانات تھے اب یہ خالص ہندو محلہ ہے مگر پہلے یہان زیادہ تر مسلمان رہتے تھے اور انکے ساتھ کچھ پیراگی ہندو بھی - صاحب مزار کا حال معلوم نہین مگر ہندو مسلمان دونون احترام کرتے ہین •

مزار کلتا بازار

کلتا بازار کی گلی مین ذرا اندر کے جانب گنجان آبادی کے درمیان گلی کے آتر جانب یہ پختہ مزار ہے - مقامی لوگ سید کی قبر بتلاتے ہین مگر یہان یہ عام وطیرہ ہے کہ ہر نا معلوم الاسم مزار کے متعلق سید کی قبر ھی کہا جاتا ہے - غریب مسلمانون کی آبادی ہے اسلئے صفائی کی بلدیہ کو توجہ نہین لیکن پھر بھی محلہ والے اس قطعہ کو بہت صاف ستھرا رکھتے ہین (اس گلی کو اب نصیرالدین سردار لین کہتے ہین) میرے خیال مین یہ مزار بہت قدیم ہے کہ ان اطراف مین بہت سے مزارات نظر آتے ہین - کبھی یہ جگہ ویران ہونے کیوجہ قبرستان کے کام آتی ہوگی مگر اُدھر کی مسلمان آبادی جو بنگلہ بولتی ہے یہ پرانی آبادی نہین ہے بلکہ بنگال کے مشہور قحط مین اطراف میمنسنگہ کمرلہ فرید پور اور سلہٹ تک کے مسلمان پناہ لینے کیلئے یہان آئے اور پھر یہین بس گئے •

کل گھر کی دو قبرین

غدر سے پہلے یہان شوگرمل تھا پھر اسکے بارک مین ملٹری پولیس رہنے لگی - مشرقی بنگال کا صوبہ بنا تو صوبہ کی پولیس کا ٹرنینگ اسکول یہین کھولا گیا - اب پھر کچھ حصہ آرم پولیس کا یہان رہنے لگا ہے مگر عہد مغلیہ سے بہت پہلے اس قطعہ مین بیگ مراد خان کا قلعہ تھا جسکی نشانیان آج بھی دریا کے کنارے نظر آتی ہین - آج کوئی نہین جانتا کہ یہ کسکی قبرین ہین مگر ہمیشہ سے لوگ احترام کرتے آئے ہین - میجر چمنی سپرنٹنڈنٹ نے دونون قبرون کی مرمت کرا دی تھی اور شب جمعہ کو زائرین کو جانے کی عام اجازت بھی انکے وقت سے ہے - مجھے یقین ہے کہ یہ دونون قبرین عہد افاغنہ کی ہین - یہ یاد رکھئے کہ پٹھانون کا یہ قومی دستور ہے کہ وہ جہان جاتے ہین اپنے ساتھ اپنے پیر کو ضرور لیجاتے ہین - اسلئے مین خیال کرتا ہون کہ یہ عہد افاغنہ کی کسی پیر صاحب کا مزار ہے جنکے معتقدین اس قلعہ مین رہتے تھے •

مزارات میدان میان صاحب

میان صاحب کا میدان مشہور جگہ ہے - کبھی یہ خالص مسلمانون کا محلہ تھا - لیکن اب اونکی ایک مختصر آبادی رہگئی ہے - یہ درگاہ در حقیقت شاہ عبد الرحیم شہید کی وجہ سے مشہور ہے اور موجودہ آباد خانقاہون مین یہ قدیم ترین خانقاہ ہے - شاہ عبد الرحیم رحمۃ اللہ علیہ کشمیر کے رہنے والے تھے اور بارھوین صدی کے شروع مین بنگالے

آئے - پہلے کچھ دنوں مرشد آباد رہے پھر ڈھاکے آئے اور یہیں رہ پڑے - وہ مجرد تھے صرف ایک بھتیجا شرف الدین نامی ساتھ تھے طریقۂ مجددی تھے - شجرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صوفی ہدایت اللہ عرف صوفی حسن کے خلیفہ تھے اور وہ حضرت صوفی عبد اللہ سے مجاز تھے اور صوفی عبد اللہ حضرت معصوم کے خلیفہ تھے "قدس اللہ سرہم" - آپ سے ان اطراف میں طریقہ مجددیہ کی بڑی اشاعت ہوئی - چنانچہ چاٹگام کے مشہور بزرگ صوفی شاہ امانت اللہ رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ ہی کے خلیفہ تھے - جناب شاہ عبد الرحیم ایک دیوانے کے ہاتھ سے بعمر چوراسی سال مابین عصر و مغرب زخمی ہوئے یہ شعبان سنہ ۱۱۵۸ ہجری کی ۷ تاریخ تھی دیوانہ نے تلوار سے سات زخم لگایا تھا - آپ اسکے بعد بھی ایک مہینہ تین دن زندہ رہے اور نویں رمضان المبارک شب پنجشنبہ کو واصل بحق اور دسویں رمضان کو دفن ہوئے' اُس عہد کے کسی شاعر نے تاریخ لکھی ہے -

مزار شاہ دین عبد الرحیم است * پر از فیض خداوند کریم است
زہے روشن دل صاحب سکینہ * اثر میداشت از سینہ بہ سینہ
ز او صانش کرامت منجلی بود * چرا پنہاں کنم بیشک ولی بود
سن تدفین از روے وفاے * دھم رمضان بود آمد ندائے
۱۱۵۸ ۲

آپکی شہادت کے بعد شاہ نجم الدین خلف شاہ شرف الدین مذکور سجادہ نشین ہوئے - انہوں نے بہت زمانے تک لوگوں کو فیض پہونچایا اور سنہ ۱۲۳۰ ہجری میں انتقال فرمایا - یہ بھی

اسی احاطہ ھی مین دفن ھوئے انکے بعد انکے صاحبزادے شاہ بدیع الدین جانشین ھوئے - انہون نے بھی بہت زمانے تک رشد و ھدایت فرما کر سنہ ۱۲۶۹ ھجری مین رحلت فرمائی - انکے بعد شاہ نصیر الدین ابن شاہ بدیع الدین جانشین ھوئے - انہون نے سنہ ۱۲۷۵ ھجری مین رحلت فرمائی - انکی جگہ انکے چھوٹے بھائی شاہ قمر الدین گدی نشین ھوئے - انہون نے سنہ ۱۳۰۵ھ مین رحلت فرمائی - یہ صاحب اولاد ذکور نہ تھے - اسلئے انکے نواسے حضرت شاہ سید ابو یوسف محمد عبد اللہ رضوی سید آباد سے لائے گئے اور جانشین بنائے گئے - آپ بزرگان قدیم کی آخری نمونہ تھے - ھمیشہ اور ھروقت ذکر الہی مین مشغول رھتے تھے - امراء سے کوئی واسطہ نہین رکھتے تھے - مجھ فقیر پر بھی بزرگانہ شفقت فرماتے تھے - آپ کا وصال سنہ ۱۳۵۸ ھ مین ھوا - یہ سب کے سب احاطہ خطیرہ مین آسودہ ھین •

حضرت سید عبد اللہ رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے آبا و اجداد ضلع ڈھاکہ تھانہ کلیاکور کے موضع سید آباد کے رھنے والے ھین - یہ خاندان مدتون سے وھان آباد ھے اور ایک جلیل القدر خاندان ھے نا مناسب نہوگا کہ اس خاندان کا مختصرا ذکر کردیا جائے - سب سے پہلے بنگالہ مین سید علی رضوی نامی ایک بزرگ حلب سے آئے - شجرہ سے معلوم ھوتا ھے کہ سید جلال الدین نامی ایک بزرگ کو شاہ شرف الدین سے اور انکو محمد خالدین سے اور انکو حضرت عزیز الدین سے اور انکو حضرت خلیل الرحمن سے اور انکو جناب معین الاسلام سے اور انکو حضرت امین الاسلام سے اور انکو حضرت حسام الدین مانک پوری خلیفہ اجل حضرت نور قطب العالم

پنڈوی سے اجازت تھی اور حضرت سید جلال طریقۂ قادریہ کے بھی مجاز تھے - مگر مجھے اس سلسلہ میں امین الاسلام کا نام مشتبہ معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے سلسلوں سے اسکی تصدیق نہیں ہوتی - یاد رکھئے کہ مورث اعلیٰ سید علی رضوی کے پوتے سید جلال رضوی مذکور تھے - یہ کیلا کوپہ نامی گاؤں میں بس گئے تھے جہاں شائستہ خاں کے جلاوطن کردہ ولندیز بھی رہتے تھے - یہیں آپ نے ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۰۹۹ ہجری میں رحلت فرمائی مزار بھی یہیں تھا مگر اب وہ دریابرد ہوگیا ہے - آپکی تین اولادیں تھیں : سید سلطان، سید حسن، سید حسین - آپ حضرات اور کیلا کوپا کے عیسائیوں کے درمیان لڑائی ہوئی - حاکم وقت نے آپ حضرات کو جلاوطن کرنا مناسب سمجھا اور سفرتلی اور بلیادی پرگنہ طالب آباد کے رئیسوں نے اپنے یہاں لاخراج زمین عطا کرکے بسا لیا - چنانچہ تب سے یہ خاندان اوسی پرگنہ کے سید آباد عرف بریابو نامی گاؤں میں بود و باش رکھتا ہے اور اپنے آبائی طریقہ پر قائم ہے - اس خاندان کے شجرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سید جلال المتوفی ۱۰۹۹ھ کے بیٹے سید سلطان اور انکے بیٹے سید عطاء اللہ اور انکے بیٹے سید احمد علی اور انکے بیٹے سید عبد المعالی المتوفی ۱۲۴۰ھ اور انکے بیٹے سید علی عبد اللہ المتوفی ۱۲۷۴ ہجری اور انکے بیٹے سید عبد المنعم المتوفی ۱۱۳۸ ہجری تھے اور انہیں کے فرزند تھے شاہ سید ابو یوسف عبد اللہ رضوی - طاب اللہ ثراہم *

اس خاندان میں سید شاہ علی عبد اللہ زبردست عالم اور صاحب تصانیف کثیرہ گزرے ہیں - اونکی تصانیف کا ذکر ثلاثہ غسالہ میں شائع ہوگا (انشاء اللہ) ●

جیسا کہ میں نے عرض کیا یہ خانقاہ ڈھاکہ کے موجود خانقاہوں میں قدیم تر ہے - مگر بنگال میں میرے علم میں سب سے پہلے جو فقراً آئے ہیں وہ مابعد کی نسبت استعمال نہیں کرتے تھے - مثلاً حضرت جلال تبریزی جو یہاں اقدم ہیں نہ چشتی کہلاتے تھے اور نہ سہروردی - مگر جن حضرات کے آمد سے باقاعدہ خانقاہیں بنیں اون میں اقدم چشتیہ نظامیہ ہیں اور یہی سلسلہ یہاں زیادہ تر مقبول رہا کیونکہ بڑے بڑے مشائخ اس سلسلہ کے یہاں تھے - مثلاً حضرت اخی سراج قدسرہ یا حضرت نور قطب العالم اور حضرت جلال دکنی رحمۃ اللہ علیہما - مگر بنگال کے قریبا ہر ضلع میں مدار گنج' مدار کا دائرہ' مداری پور' نام کی بستیاں ملتی ہیں - اسی ڈھاکہ میں مدار جھنڈا کی گلی اب بھی موجود ہے - ڈاکٹر وائز نے مداریہ فقرا کا لباس بتلایا ہے کہ وہ سیاہ پگڑی اور سفید خرقہ پہنا کرتے تھے اور گلے میں چوبی تسبیح اور ہاتھہ میں کھونگرو گلے لگا ہوا ایک گرز رہتا جو اندر سے کھوکلا ہوتا اور اوسکے اندر کوڑی رہتی کہ حرکت سے آواز نکلے - اب شاید سارے بنگال میں مداریوں کا کوئی خانقاہ آباد نہیں ہے نہ اب مداریئے نظر ہی آتے ہیں ●

خطیرہ کے اندر جو مزارات ہیں اسکی ترتیب آئیندہ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیے نا معلوم قبریں ہیں حضرت شہید قدسرہ کے پہلے کی ہیں یا بعد کی یہ معلوم نہیں ●

اتر

پورب

۱	۲	۳	۴
حضرت شاہ صوفی نجم الدین قدس سرہ متوفی ۱۲۳۰ ہجری	حضرت مولانا شاہ صوفی عبد الرحیم شہید قدس سرہ وصال نہم رمضان ۱۱۵۸ھ	حضرت شاہ صوفی بدیع الدین قدس سرہ متوفی ۱۲۶۹ ہجری	حضرت شاہ صوفی بہاء الدین قدس سرہ تاریخ وفات نامعلوم

۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲
نامعلوم الاسم	نامعلوم الاسم	نامعلوم الاسم	حضرت شاہ صوفی ابو یوسف سید عبد اللہ قدس سرہ متوفی ۴ جمادی الاولی ۱۳۵۸	حضرت سید شاہ صوفی عبد المنعم متوفی ۲۱ ذیقعدہ ۱۲۲۸ ہجری	نامعلوم الاسم	حضرت شاہ صوفی قمر الدین قدس سرہ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۰۵	حضرت شاہ صوفی نصیر الدین قدس سرہ متوفی ۱۲۷۵ ہجری

پچھم

دکھن

شاہ امک اور شاہ ڈھمک

محلہ ساھوجیا لنگر کی مسجد کی اتر جانب کئی پکی قبریں ھیں اور معمولاً زیادہ اونچی ھیں - یہ قبریں قدیم ھیں' ان میں ایک امک شاہ کی کہلاتی ھے اور دوسری ڈھمک شاہ کی - مگر میں سمجھتا ھوں کہ یہ دونوں نام مصنوعی ھیں - مقامی زبان میں امک ڈھمک' ایرے غیرے' فلاں فلاں' کی جگہ استعمال کرتے ھیں چونکہ کسی کو صاحب قبر کا نام معلوم نہیں اسلئے امک ڈھمک کہنے لگے مگر یہ محلہ بہت قدیم محلہ ھے - اکبر کے وقت میں بھی ایک پرگنہ اسی نام سے تھا اور آج بھی موجود ھے -

مزار مگ ٹولی

میونسپل آفس کے پشت پر جو محلہ ھے یہ پہلے مگ ٹولی کہلاتا تھا' ایسا معلوم ھوتا ھے کہ مگ بازار کی طرح کچھ مگ یہاں بھی بسائے گئے تھے - اب یہ محلہ رکن پور میں مدغم ھو گیا ھے کہ محلہ کے موجودہ باشندوں تک کو کوئی علم نہیں کہ یہاں جو ایک پکی قبر تھی وہ کسکی تھی ٭

وارڈ نمبر ۲ کا مختصر حال

اس وارڈ کے دکھن جانب بوڑھی گنگا' پچھم جانب بابو بازار کا کھال اور اتر جانب وہ سڑک جسے نواب یوسف روڈ کہتے ہین اور پورب جانب نارتھ بروک ہال روڈ ہے اس وارڈ مین قدیم محلہ سکھریون کا ہے کہ یہ لوگ بھی "داس" لوگونکی طرح اس شہر کے پرانے باشندے ہین - تانتی بازار بھی قدیم محلہ ہے - تانتی (تانت والے) ہندو جولاھون کو کہتے ہین - یہی لوگ ڈھاکہ کی ململ اور جامدانی بنانے والے تھے - جو اب زیادہ تر سناری اور مرصع کاری کا پیشہ کرتے ہین- اس وارڈ مین مسلمانون کی تعداد اگرچہ زیادہ نہین' لیکن بہت سے نامور خاندان یہان ہین - چنانچہ نواب صاحبون کا خاندان' قاضی صاحبون کا خاندان' چودھری صاحبون کا خاندان' اکمل خان مرحوم کے ورثے اور بہت سے شرفا یہین تشریف رکھتے تھے اور اب بھی ہین - تاریخی عظمت اسی حصہ مین بس اسیقدر ہے کہ یہان اسلام خان چشتی کی ایک مسجد بتلائی جاتی ہے اور انکے نام پر ایک پررونق بازار اسلام پور آباد ہے - اس وارڈ مین ایسے مسلمان خاندان براے نام ہین جنکی مادری زبان بنگلہ ہو - عورتین تو سواے ۳ - ۴ خاندان کے کوئی بھی بنگلہ کا استعمال نہین کرسکتی ہین -

عہد افاغنہ مین یہ جگہ پورے طرح اس قابل نہین تھی کہ یہان کوئی بڑی عمارت بنتی الا اب جہان انگلس روڈ ہے اسکے مضافی

پٹھانوں نے ایک ۴ منزلہ برج بنایا تھا جو 'چوکھنڈی' کہلاتا تھا - یہ دیدبانی کے کام آتا تھا - میں یقین کرتا ہوں کہ یہ برج کہال کے اترجانب ہوگا - و اللہ اعلم بالصدق و الصواب *

بدھو شاہ بابا رحمۃ اللہ علیہ

بدھو شاہ یا بہار شاہ موضع کسیلی ضلع امرتسر پنجاب کے باشندے تھے - ہردم عالم جذب میں رھتے تھے - جہاں اب انکی قبر بنی ھے - پہلے یہاں گاڑی والوں کا اڈا تھا - اسی میں وہ پڑے رھتے تھے' ہر وقت معتقدین کا ھجوم رھتا تھا - پچاس سردی گرمی سے زیادہ انہوں نے اسیطرح یہیں پر گزار دی اور آخر اسی جگہ مدفون ھوئے - بہت لوگوں کو اُن سے فیض پہونچا - ۳ ذی قعدہ سنہ ۱۳۴۲ ھجری تاریخ رحلت ھے *

قبر احاطۂ احسن منزل

احاطۂ احسن منزل کے اندر پولیس کلب کے دکھن مرزا فقیر محمد صاحب کے باغ کے اتر ایک پکی قبر نظر آتی ھے - تحقیق سے پتہ چلا کہ ڈھاکہ کے ایک قدیم باشندے قاضی زین الدین کی قبر ھے - انکا مکان بھی یہیں تھا *

قبر در کوچۂ جمعرآئل

بنگلہ زبان میں آئیل اُس پگڈنڈی کو کہتے ھیں جو کھیتوں کے بیچ سے چلتی ھے یعنے ایک کھیت سے دوسرے کھیت کو الگ کرتی ھے - شاید ادھر کی ساری زمینیں بوڑھی گنگا سے چھینی گئی ھیں اور جب تک عمارت بنانے کے لایق نہ ھوسکیں یہاں کھیتی باڑی

ھوتی رھی ھے اور اسی عھد مین کھیت والون نے یہان کوئی کاھی چھپر جمعہ پڑھنے کیلئے ڈال لیا ھو کہ آج بھی اسی قسم کی کاھی مسجد کو دیہات مین جمعہ گھر یا اضافت کے ساتھ "جمعار گھر" کہتے ھین - اب جمعرائل کے معنی ھوئے "مسجد یا جماعت خانہ کی پگڈنڈی" - بہرحال اس گلی کے اندر نواب میان مرحوم کا مشہور مکان ھے اور اسی مکان مین ایک پکی قبر موجود ھے - تحقیقات سے معلوم ھوا کہ یہان پہلے کوئی قبر نہ تھی بلکہ ایک دالان یا پکی کوٹھری تھی جسکی چھت بار بار گر جاتی تھی - لوگون نے کہا کہ یہان ضرور کسی ولی کی قبر ھے اسلئے چھت گر گر جاتی ھے - اس بناء پر یہ کوٹھری ھمیشہ کیلئے توڑ کر ایک قبر بنا دی گئی اور پھر ایک بنگلہ کتبہ بھی لگا دیا گیا ھے - نہ جاننے منت مراد مانگتے ھین اور پھول شمع چڑھاتے ھین - واللہ اعلم بالصواب ٭

مزارات باشہ باڑی

باشہ باڑی تانتی بازار کے اندر ایک مخلوط محلہ ھے جہان ھندو مسلمان اب تک آشعتی کے ساتھ رھتے ھین - یہان ایک دالانی خوبصورت مسجد ھے - اس کے دکھن جانب دو پکی قبرین ھین، حسب دستور اُسکو بھی لوگ سید کی قبر کہتے ھین مگر در اصل یہ ان میان بیوی کی قبرین ھین جو اس محلہ کے زمیندار اور اس مسجد کی بانی تھے - مسجد سو سوا سو برس کی پرانی ھے مگر بانی کا نام جاننے والے مفقود ھین ٭

مزار زندہ بہار

اسلام پور روڈ میں اتر جانب تین شیڈ کی ایک دکان کے اندر ایک چھوٹا سا گنبد نظر آتا ہے - اسکے اندر ایک چھوٹی سی قبر بنی ہوئی ہے - محلہ والے اسکو زندہ بہار کی قبر بتلاتے ہیں - کوچۂ زندہ بہار میں ذرا اندر چلکر پورب طرف ایک گنبد کی ایک چھوٹی سی مسجد نظر آتی ہے - یہ مسجد بھی زندہ بہار کی مسجد کہلاتی ہے، حالانکہ اس مسجد پر جو کتبہ موجود ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی منصور نامی شخص نے یہ مسجد عہد عالمگیری میں سنہ ۱۱۲۴ھ میں بنائی ہے - معلوم نہیں یہ کون صاحب تھے اور زندہ بہار نام کی اصلیت کیا ہے - بعض حضرت نے زندہ بحر کہا ہے - مگر اس پر بھی پردہ پڑا ہوا ہے ٭

مذکورۂ بالا گنبد دیکھکر یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ کوئی قبر نہیں ہے بلکہ "مقام" ہے مقام ڈھاکہ کی اصطلاح میں ایسی جگہ کو کہتے ہیں جہاں کوئی چبوترہ یا چھوٹا سا گنبد حضرت امام حسین علیہ السلام کے نام پر بنا لیتے ہیں اور یہاں نذر و نیاز چڑھاتے ہیں - ایسے مقام ڈھاکے میں بہت تھے اب اکثر منہدم ہو گئے مگر پھر بھی دو چار موجود ہیں جہاں محرم کے زمانے میں لال سبز دو نشان کھڑا کر دیتے ہیں اور سہرے چڑھائے جاتے اور شربت کے کوزے رکھے جاتے ہیں ٭

ایک بے موقع بات سن لیجئے ڈھاکہ میں اکثر یہ مقامات ان محلوں میں واقع تھے جہاں ندافوں یا جولاہوں کی آبادی

زیادہ تھی - یہ سب لوگ صوبۂ بہار کے باشندے تھے - ایسے مقامات کلکتے میں بھی انہیں آبادیوں میں زیادہ نظر آتے ہیں - مگر شہر سے باھر "مقام" کسی مقدس جگہ کو کہتے ہیں - مثلاً دیناج پور میں بڑا مقام مشہور زیارت گاہ ھے جہاں حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ھے *

مزار شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ

سابق کمہار ٹولی 'حال احسن اللہ روڈ ھیں' مابین آفس ذاب اسٹیٹ و مکان خان بہادر خواجہ محمد اسماعیل صاحب ایک پتلی گلی بکلینڈ بینڈ پر نکلتی ھے - اس گلی میں ایک چار دیواری کے اندر چار پکی قبریں ھیں - ھر قبر درجہ بدرجہ اونچی ھوتی گئی ھے - بہت اونچی قبر شاہ ولی صاحب کی کہی جاتی ھے اور اسکے بعد اونکی بیوی کی اور دوسری دو انکے لڑکونکی قبریں ھیں - احاطہ کے اندر کی زمین بھی پکی ھے اور احاطہ کے مشرق رویہ خادم کیلئے ایک چھوٹی سی کوٹھری بھی ھے - پچاس برس ھوے ھونگے کہ خاکی شاہ نامی ایک فقیر یہاں بطور مجاور رھتا تھا اور وہ خود پچاس ساٹھ برس سے مقیم تھا - خاکی شاہ طریقۂ قلندریہ میں منسلک تھا - اسکی بنائی ھوئی ایک مسجد ناظر بازار روڈ میں آباد ھے - افسوس ھے کہ شاہ ولی رحمۃ اللہ کا حال کسی طرح بھی معلوم نہیں ھوسکا - جو لوگ انکو شاہ علی بغدادی کا بھائی بتلاتے ھیں وہ ولی اور علی کا قافیہ ملاتے ھیں - اس محوطہ کے باھر مولوی خواجہ سید نجم الدین احمد نقشبندی ابوالعلائی مدفون ھیں -

یہ میرے مخلص دوست تھے اور ایک خانوادۂ بزرگ کے ممبر۔ انہوں نے یوم جمعہ ۳ ربیع الاول سنہ ۱۳۴۸ ھجری میں رحلت فرمائی - اللھم اغفرلہ و ارحم علیہ - انکے صاحب زادے سلمہ سالانہ عرس کرتے ھین •

مزار حضرت ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ

بابو بازار کی دو منزلہ مسجد کے صحن مین گنبد کے اندر ایک قبر ھے' طیش مرحوم نے اپنی تاریخ ڈھاکہ مین اسے حضرت ابو سعید کی قبر بتلائی ھے ممکن ھے کہ یہی صحیح ھو - لیکن آپکی قبر بعض لوگ لنگرخانہ کی مسجد کے متصل قبرستان مین بتلاتے ھین جہان ڈھاکہ کے بہت سے نامور حضرات مثلاً آقا عبد العلی' آقا قاری شجاعت علی' مشہور محقق فارسی آقا احمد علی احمد' مولوی نصیر الدین حیدر سامی - ڈھاکہ کے اخیر شاعر فارسی سید محمود آزاد (اللھم اغفرلھم) وغیرھم مدفون ھین - جناب ابو سعید کے متعلق زیادہ حال معلوم نہین - صرف اتنا علم ھے کہ وہ مرزا غلام پیر مرحوم کے نانا تھے - اور اگرچہ بڑے زمینداروں مین انکا شمول تھا مگر وہ صاحب دل بزرگ تھے - جس مسجد مین انکی قبر گنبد کے اندر ھے یہ مسجد بھی انکی بنائی ھوئی بتلائی جاتی ھے - مگر کوئی کتبہ نہین ھے - جن اصحاب کا خیال ھے کہ لنگرخانہ کے قبرستان مین انکی قبر ھے انکو اس سے شاید دھوکا ھوا ھے کہ یہین مرزا غلام پیر مرحوم کا عظیم الشان محل سرا تھا آج کوئی اثر باقی نہین -

مٹے نامیون کے نشان کیسے کیسے
زمین کھا گئی آسمان کیسے کیسے

مزار بر پشت مکان سید حسن علی مرحوم

سید حسن علی مرحوم کے دو منزلہ مکان کے دکھن جانب ایک پکی قبر نظر آتی ہے - دریافت سے معلوم ہوا کہ یہ قبر اس مکان کے بننے سے پہلے بھی موجود تھی - مکان بنے سو برس سے زیادہ ہوئے - سید صاحب مرحوم کے وارث اس قبر کی نگہداشت کرتے ہیں *

گنبد امیر الدین مرحوم

یہ گنبد بابو بازار گھاٹ کی سہ گنبدی شاندار مسجد کے احاطہ میں ہے - اسمیں بانی مسجد داروغہ امیرُالدین مدفون ہیں - وہ رتن پور ضلع تپیرہ کے باشندے تھے - ملازمت کے ذریعہ کافی روپے، املاک اور زمینداری پیدا کی تھی - انہیں کے پوتے تھے منشی غلام مولی مرحوم جو مرغ اڑانے اور بھٹیال مرثیہ کہنے میں بڑی شہرت رکھتے تھے - اس گنبد کے باھر بھی اونکے خاندان کی بہت سی قبریں ہیں *

آستانۂ شاہ محمد جمال
و شاہ محمد حیات رحمۃ اللہ علیہما

تانتی بازار کے دکھن سرے پر ایک وسیع چاردیواری کے اندر جو شیخ صاحب کا مدرسہ کہلاتا ہے ایک گنبد کی ایک چھوٹی سی مسجد ہے اور دوسرے گنبد کی اندر آپ حضرات آسودہ ہیں - اور گنبد کے باھر بہت سی پکی قبریں ہیں - دکھن

جانب کچھ کوٹھریاں اور کچھ پچھم اتر بھی - جگہ وسیع ہے اسکے ساتھ اور بھی کئی مکانات اس آستانہ پر وقف ہیں ●

ان حضرات کے بارے میں کوئی بھی کچھ نہیں جانتا - مگر اسی قدر جو وقف نامۂ مجلس النساء محررہ ۲۴ جمادی الثانی سنہ ۱۲۶۷ ھجری میں درج ہے - اس وقف نامہ کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ مجلس النساء مرحومہ کے شوہر شیخ محمد عظیم خلف شیخ محمد ذاکر اس آستانہ کے بہت معتقد تھے اور یہ آستانہ مختصر رقبہ میں تھا - اطراف کے زمین خرید کر انہوں نے آستانہ کے ساتھ ملا دیا مگر گنبد اور مسجد مجلس النساء کے وقف کے موافق اونکے مقرر کردہ متولی منشی عنایت علی مرحوم نے جنکا مکان سانچی پان‌دریبہ میں تھا بنوائی ہے - مزار پر کوئی کتبہ نہیں ہے مگر مسجد پر جو کتبہ ہے وہ اسقدر بد خط ہے کہ پڑھا ھی نہیں جاتا حالانکہ مجلس النساء مرحومہ کی سرکار سے منشی ارحم ساکن مسجد بھاٹ پنشن بھی پاتے تھے جو ڈھاکہ کے مشہور خوشنویس تھے - گنبد کے باھر شیخ محمد عظیم اور اونکی بیوی مجلس النساء مرحومہ مدفون ھیں اور دیگر قبریں اونکی اولاد کی ھیں یہ سب اونکے سامنے ھی گزر چکیں تھیں - شیخ محمد ذاکر کا مزار سنارگاؤں کے کاکیار ٹیک نامی موضع میں ہے - وھاں بھی ایک مدرسہ اور مسافر خانہ ہے - یہ معلوم ہے کہ شیخ محمد ذاکر سنارگاؤں کے رھنے والے اور اصلاً ھندو تھے وھی اپنے خاندان میں پہلے مسلمان ھوئے ●

مجلس النساء مرحومہ نے اپنی مورثہ تمام جائداد کارخیر کیلئے وقف کردیا جسکے متولی فی الحال نواب بہادر ڈھاکہ ہیں - وقف نامہ سے معلوم ہوا کہ ماگھ مہینے میں اس آستانہ پر ایک مجمع قرآن خوانی اور اطعام مساکین اور دیگر کارخیر کیلئے ہونا چاہئے اور ایک پھاگن میں سنارگاؤں والے مدرسہ میں - عظیم پورہ مگ بازار وغیرہ کے حضرات کو مقررہ ماہوار نذرانہ اس وقف کی آمدنی سے دینے کا بھی حکم ہے •

یہ آستانہ کب بنا تھا اور یہ حضرات کس عہد میں تھے اور کون تھے کچھ معلوم نہیں اور نہ ڈھاکہ والوں کی زبان سے کبھی یہ دو نام ہی سننے میں آتا ہے - یہاں آستانہ یا مزار کا ہونا یہ شبہہ ڈالتا ہے کہ کبھی یہاں مسلم آبادی ہوگی مگر اب مسلم آبادی کی کوئی علامت نظر نہیں آتی - وہاں نوبورا ے کی گلی میں جو اس راستہ کے ذرا پچھم ہے دو مسجدیں موجود ہیں جنکا ذکر آئیندہ ہوگا •

مزار گمنام

نوبورا ے کی گلی میں دو مسجدیں ہیں' ان میں ایک آج بھی آباد ہے اور دوسری پھر سے آباد ہو رہی ہے - یہ مسجد چوچلّہ چھوٹی سی مسجد ہے - طرز تعمیر سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت پرانی مسجد ہے اور یقیناً اسلام خاں کی مسجد سے قدیم ہے - اس مسجد کے دکھن پچھم ایک مزار ہے جو فی الحال لاین سینما کے احاطہ میں آگیا ہے - میں سمجھتا ہوں کہ یہ مزار بانی مسجد کا ہے - فی الحال یہ قبر محفوظ

کردی گئی ھے اور بہت صاف ستھری رکھی جاتی ھے - یہ جگہ شاہ حیات علیہ الرحمۃ کے پچھواڑے پچاس گز کے فاصلہ پر ھے - کبھی یہ محلہ مسلمانون کا ھوگا کہ یہان دو مسجدون کی ضرورت ھوئی، مگر آج اسکی ناگفتہ بہ حالات ھے •

وارڈ نمبر ۳ کا مختصر حال اور اوسکے مزارات

اس وارڈ کی چوحدی یہ ھے : اتر جانب شانتی نگر، پچھم طرف نواب پور روڈ، پورب سمت دولائی ندی اور دکھن طرف دولائی کھال - اس حصہ مین اب مسلمان بہت کم رھگئے ھین، صرف دکھن • مسندی اور کمپنی گنج وغیرہ دو تین محلے مسلمانون کے باقی ھین - اس وارڈ مین نواب پورہ جو پہلے

• لفظ مسندی دراصل مویشی منڈی ھے - معلوم کے ڈھاکہ مین بھی ایک منڈی تھی جو اب ویران ھوگئی ھے یعنی دھان منڈی - معلوم ھوتا ھے کہ گاے بکریان دریائی رستے سے یہان آکر فروخت ھوتی تھین اور آناج خشکی و تری دونون طرف سے کہ آج بھی دھان منڈی مین عیدگاہ کے سامنے ایک نہایت خوبصورت شکستہ پل موجود ھے جو پانڈو ندی کی ایک شاخ پر تھا - یہ شاخ جعفر آباد تک جاکر مسجد سات گنبد کے قریب سے دریاے بوڑھی گنگا مین گرتی تھی - اسطرح دور دور سے آناج یہان آجاتا تھا - یہ شاخ گزشتہ صدی عیسوی ھی مین بند ھو چکی تھی اور دھان منڈی کی ویرانی اسی سبب سے ھوئی -

امراء پور کہلاتا تھا مشہور جگہ ہے جہاں ڈھاکہ کے اصل باشندے تانتی اور بیساک بستے ہیں - میرے خیال میں یہ وارڈ قدیم ترین آبادی ہے اور مسلمان سب سے پہلے ادھر ہی آکر بسے ہیں، اگرچہ اسوقت اس وارڈ میں مسلمانوں کا کوئی قدیم اور نامور خاندان باقی نہیں رہا ہے الا حضرات دلکشا کے - مگر سارے شہر میں اس وارڈ کو یہ تاریخی اہمیت حاصل ہے کہ اسوقت ڈھاکہ میں جتنی مسجدیں موجود ہیں سب سے پرانی مسجد (بینت بنت مرحمت کی مسجد) اس وارڈ میں ہے - اسکے علاوہ بھی کچھ قدیم مساجد یہاں ہیں اور کچھ دوسرے آثار قدیمہ بھی - اس وارڈ میں ایسے کم لوگ ہیں جنکی مادری زبان اُردو ہو اگرچہ مرد سب اُردو بول سکتے ہیں - سوائے ساکنان دلکشا کے *

مزار شاہ فرید رحمۃ اللہ علیہ

ریفکیسن اسٹریٹ سے ایک گلی پچھم جاکر بنگاؤں کی طرف نکلتی ہے - گلی کی داھنی جانب شاہ فرید کا مشہور مزار ہے - لوگ ہمیشہ زیارت کیلئے جاتے تھے - مگر کچھ دن ہوئے راستے پر کالی کی ایک مورتی کھڑی کر دی گئی ہے اور کاھی منڈوا بھی کھڑا کر دیا گیا، جس سے راستہ مسدود ہو گیا - پہلے ان محلوں میں مسلمان رفوگر بسے تھے، زندہ مسلمان ہی نرغے تو مردوں کی حفاظت کون کرے کہ مردہ بدست زندہ - مگر مسلمان اب زندہ ہی کہاں ہیں؟ میرا

خیال ہے کہ یہ مزار عہد افاغنہ کا ہے کہ یہ زمین اوسی عہد میں آباد تھی ۔ (یہ ڈھاکے میں دوسرے شاہ فرید ہیں)

مزار تیبج بھکاری رحمۃ اللہ علیہ

مسنڈی یا مویشی منڈی کے اتر سرے پر یہ پختہ مزار ہے جو تیبج بھکاری کا مزار کہلاتا ہے ۔ یہ محلہ پٹھانوں کیوقت آباد تھا ۔ مگر ویران ہوگیا تھا ۔ بنگال کے بڑے قحط میں مکرر آباد ہوا ہے ۔ گمان غالب ہے کہ یہ مزار عہد قدیم کا ہے ۔ زیادہ حال معلوم نہیں *

مزار شاہ خورد رحمۃ اللہ علیہ

یہ مزار مدن موھن بیساک روڈ پر ہے ۔ لال موھن ساھا کے مندر کے متصل پچھم ہے جسے میرے دوست بھگوت بابو نے مرمت کراکے ٹین سیڈ ڈلوا دیا ہے ۔ کبھی کبھی کوئی خادم بھی یہاں نظر آتا ہے ۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ مزار شاہ خورد کا نہیں ہے ۔ شاہ خورد تو اِس مزار کے ایک خادم تھے' بہرحال اگر یہ قدیم مزار ہے تو یہ بھی عہد افاغنہ کا ہونا چاھئے کہ آسی عہد میں ادھر مسلمانوں کی آبادی تھی اور آج اس لمبی چوڑی سڑک پر ایک گھر بھی مسلمان کا نہیں ہے' مگر کچھ آگے تھا *

مزار اکالی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

اسی شہر کے باشندے تھے ۔ بوس بازار مشرقی حصہ شہر میں رھتے تھے ۔ پہلے یہ محلہ مسلمانوں ھی کا تھا ۔ اب مسلمان یہاں بہت کم رھگئے ھیں اور اب یہ محلہ سوامی باغ کہلاتا ہے ۔

ایک مسجد آپ نے بنوائی تھی، اُس میں دن رات پڑے رہتے تھے - بہت لوگ آپکے معتقد تھے - تقریباً پچاس برس ہوے انتقال فرمایا - مگر آپکے دیکھنے والے اب بھی بہت موجود ہیں - مزار مسجد کے بغل میں موجود ہے - ایک لڑکا بھی زندہ ہے •

مزار تکیہ ٹولی

یہ جو تکیہ ٹولی کے چوراہے پر ایک قبر ہے پہلے بھی پکی تھی، یہاں کچھ دن پہلے غریب مسلمانوں کی بستی تھی اور اس قبر کے سواے بھی بہت قبریں تھیں مگر جب یہاں کی زمینیں ہندوؤں نے خرید لیں تو سب قبریں منہدم کردی گئیں، صرف اس مالک مکان نے اپنے احاطہ سے الگ پھر سے ایک قبر پکی بنادی - معلوم نہیں کسکی قبر ہے •

مزار سید صاحب

یہ مزار گاڑو آستاگار مرحوم کے مکان کے متصل محلہ دکھن مسنڈی میں واقع ہے - محلہ والے نہایت احترام کرتے ہیں - مگر نام کوئی نہیں جانتا ہے - میرا خیال ہے کہ یہ مزار بھی قدیم ہے - کیونکہ ادھر عہد افاغنہ میں مسلمانوں کی آبادی تھی جیساکہ بینت بی بی کی تعمیر سے ثابت ہے کہ آج ڈھاکہ میں یہی سب سے قدیم ترین مسجد ہے کہ سنہ ۸۶۱ ھجری میں تعمیر ہوئی ہے •

مزار گمنام

پہلے عیسائیون کے بڑے گورستان کے احاطہ کے اندر مشرقی حصہ مین یہ مزار تھا - مگر کچھ دن ھوئے اس مزار کو اس احاطہ سے نکال دیا گیا - یعنے اب مزار کی زمین چھوڑ کر گورستان کی دیوار کھڑی کردی گئی ھے - یہان براے نام دو تین گھر مسلمانون کا ھے - اب ادھر میونسپل مھترون کی نو آبادی بنی ھے - جانے کا راستہ ریل کی سڑک کے کنارے کنارے پگڈنڈی پر سے ھے - مگر مزار تک جانے کا راستہ اب مسدود ھے - یہ مزار ایک خطیرہ کے اندر ھے - شاھجہانی اینٹون کا خطیرہ ھے - سنا ھے کہ اب یہان اوربھی قبرین بنگئی ھین مگر ۲۰ بیس برس ھوے مین نے ایک ھی قبر دیکھی تھی -

مزار شاہ صاحب مصری کھولا رحمۃ اللہ علیہ

یہ مزار انگریزون کے گورستان کے دکھن جانب ھے - مصری کھولا شہر سے نزدیک کرانی گنج تھانہ کے ماتحت مشہور گاؤن ھے - آپکا نام احسن اللہ ھے - تھاکوری ملاّ مرحوم کے بیٹے تھے - اور اصلاً موضع ٹینٹہ (قریب بس ندی اسٹیمر اسٹیشن) کے باشندے - انکی ولادت سنہ ۱۲۰۷ بنگلہ مین پھاگن مہینے کی کسی تاریخ صبح کیوقت ھوئی تھی - لڑکپن سے نیک اطوار اور پسندیدہ خصلت تھے - انکے مولد و مسکن سے قریب چربھاسنیہ میگنا ندی پر بدیا بازار تھانہ کے ماتحت (ضلع ڈھاکہ) مشہور گاؤن ھے - وھان کے باشندے لشکر ملا مرحوم کے وہ مرید تھے اور وہ

مجاز تھے گلزار شاہ کے اور وہ حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دیکھنے والوں میں تھے - گلزار شاہ صاحب نے بھی بڑی عمر پائی تھی - انکا مزار سنارچر نامی گاؤں میں ہے - شاہ احسن‌اللہ صاحب مصری کھولا میں مدت ہوئی آنکر بس گئے تھے اور بڑی خوبیوں کے بزرگ تھے - رنگ سرخ و سفید تھا بڑے ذی اخلاق اور منکسر مزاج تھے کہ ہر شخص خیال کرتا تھا کہ آپ گویا خاص اُسی پر شفقت فرماتے ہیں - آسام و بنگال میں آپ کی بڑی شہرت تھی اور رجوع خلائق بھی بیحد تھا - یہتک کہ آپنے زائرین کی سہولیت کیلئے مصری کھولا کا قیام ترک فرما کر شہر میں رہنا اختیار فرما لیا تھا - اور محلہ نارائندیا میں جو اب شاہ صاحب لین کہلاتا ہے - ایک بڑے وسیع رقبہ میں مکانات، مہمان خانہ اور مسجد وغیرہ بنوا لیا تھا - آپ شریعت کے بہت پابند تھے - آپکی حین حیات میں سال میں ایک بار ایک میلا ہوتا جسمیں بہت اژدھام ہوتا تھا - یہ میلا آج بھی قائم ہے - آپ نے سو سے زیادہ عمر پائی - بعد نماز فجر یوم پنجشنبہ ۱۵ ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۵ھ میں رحلت فرمائی اور اپنی بنائی ہوئی مسجدکے دکھن مدفون ہوئے - قبر پر ایک خوبصورت گنبد بنایا گیا ہے - بڑے صاحبزادہ مولوی شاہ عبد العزیز صاحب جو نہایت معاملہ فہم اور دور اندیش مدبر ہیں آپکے سجادہ نشین ہیں - مجھپر بھی اپنے بزرگ والد ماجد کی طرح مہرباں ہیں - خدا سلامت با کرامات رکھے ۰

مزار حضرت شاہ نعمت اللہ
بت شکن قدس سرہ

آپ کا مزار باغ دلکشا کے ساتھ ہے مگر علیحدہ احاطہ میں ایک بلند چبوترے پر دکنی صاحب کی مسجد کے پورب اتر ہے - بیچ والی قبر آپ کی ہے اور دوسری دو قبریں خلفاء کی ہیں - شہرت ہے کہ اسی جگہ وہ رہتے بھی تھے اور جب کوئی بت انکے سامنے سے گزرتا تو اونکے اشارے سے ٹوٹکر گر پڑتا اسلئے اونکو بت شکن کہتے ہیں - پہلے ایک بڑی آبادی پانڈو ندی کے کنارے یعنے کھل گاؤں تک تھی جسے اب بھی بعض لوگ شہر کھل گاؤں کہتے ہیں - پانڈو ندی سے بہرحال گنگا ہندؤں کی نگاہ میں مقدس ہے اسلئے یہاں کے ہندو باشندے اپنی مورتی بوڑھی گنگا میں لیجا کر ڈبوتے تھے - لامحالہ انکو شاہ صاحب قدس سرہ کے سامنے سے گزرنا پڑتا تھا - یہ عام روایت ہے مگر یہ بالکل حقیقت ہے کہ ادھر ہندو آبادی پہلے ضرور تھی اور اب بھی ادھر بہت کچھ آثار اور آبادی کی نشانیاں نظر آتی ہیں - مثلاً راجہ باغ اور کئی مندر اور بڑے بڑے پختہ گھاٹ والے تالاب ادھر نظر آتے ہیں اور دیوان باغ میں تو سال میں ایک بار کوئی اشنان بھی ہوتا ہے جسمیں بہت ہندو جمع ہوتے ہیں ۔

اس مسجد کی احاطہ میں اور بھی کئی قبریں ہیں اور دو قبریں دو الگ الگ کوٹھریوں میں اور چند احاطۂ مسجد سے باہر - معلوم ہے کہ عہد کمپنی میں یہاں گران

ڈیلوں کی ایک پلٹن رہتی تھی - اسلئے یہ جگہ پرانی پلٹن کہلاتی ہے اس پلٹن کی نشانیاں ٹھٹیری بازار کے اندر توپ خانہ' کپتان بازار اور پورب طرف کمپنی باغ کی موجودگی ہے - سنہ ۱۲۵۶ھجری میں یہاں بڑے زور کا ہیضہ پھیلا تو اس پلٹن کے بہت سے مسلمان حولدار جمعدار صوبہ‌دار اور سپاہی مر گئے - یہ قبریں اونہی کی ہیں - ایک قبر کا کتبہ یوں پڑھا جاتا ہے -

"شیخ کریم بخش حولدار میجر ولد شیخ محمد زمان جمعدار ساکن بلدہ الہ‌آباد ۱۲ ذی‌حجہ سنہ ۱۲۵۶ھجری رجمنٹ ۳۳ کمپنی گران ڈیل عمر ۴۵ سال" -

حضرت بت‌شکن کے متعلق میری راے ہے کہ یہ کوئی قدیم بزرگ ہیں - جو مسجد اس مزار کے ساتھ ہے اور دکنی صاحب کی مسجد کہلاتی ہے - یہ طرز تعمیر سے صاف پٹھانوں کی تعمیر نظر آتی ہے - دائرہ کے ثلث گنبد کا دور' دیواروں کی ضخامت یہ سب شہادت دیتی ہے کہ مغلیہ عہد کی یہ عمارت نہیں ہے' پھر حضرت کے متعلق جو روایت ہے کہ کھل گاؤں یا شہر کھل گاؤں سے ہندو اپنے مورتیوں کو لاتے تو آپ کے اشارے سے ٹوٹ جاتے - یہ واقعہ صاف بتلا رہا ہے کہ عہد مغلیہ سے پہلے کی بات ہے - کیونکہ اس عہد مغلیہ میں یہاں کسی بڑی آبادی کا پتہ نہیں لگتا - اس مسجد کی صحن کے بعد کیاریوں میں نواب زادی مہربانو اور شوکت آرا بانو مدفون ہیں - اللھم اغفرلھما ●

مزار نرسنگ شاہ مغفور

نرسنگ شاہ مرحوم مغفور کی پکی قبر مسجد دکنی صاحب کی مسجد کے دکھن یعنے مزار شاہ نعمت اللہ بت شکن کے جدید احاطہ مین ھے - یہ شہر کے محلہ پھولبریہ کے برھمن زادہ تھے - انکے دادا چرنجیت متر بڑے رئیس اور فارسی زبان کے ماھر کامل تھے - وہ اپنے دیوان خانہ مین طالب علمون کو فارسی پڑھایا کرتے تھے - نرسنگ شاہ مسلمان ھو گئے تھے - اور ھندؤن سے کوئی تعلق نرھا تھا - بالکل خاموش رھتے تھے - اکثر لوگ انکے معتقد تھے - انھون نے سنہ ۱۳۳۳ھجری مین انتقال کیا -

خان بہادر خواجہ محمد اعظم صاحب نے انکے مزار کے سرھانے یہ تاریخ سنگ مرمر پر کندہ کراکے لگا دی ھے -

ما اعظم شانہ

بگزشت شاہ نرسنگ از دار فانی
بحق گشت واصل بعیش جاودانی
تاریخ سال رحلت مغفور باد آمد
روز چہار شنبہ دویم ربیع ثانی
۱۳۳۳ ھجری

شاہ جلال دکنی قدس سرہ العزیز

عام تذکرے اور سیر کی کتابین آپ کی حالات سے معمور ھین - آپ حضرت پیارا قدس سرہ کے خاص خلیفہ ھین - اصل آپکی گجرات کی ھے - آپ کے مرشد حضرت پیارا جناب یداللہ کے

مرید اور حضرت سید احمد گیسو دراز کے، جنکا مزار گل برگہ دکن میں ہے تربیت یافتہ تھے - حضرت ید اللہ جناب گیسو دراز کے پوتے ہیں - انکا قصہ عجیب پر لطف ہے - جب آپ بچے تھے ایک دن حضرت گیسودراز اپنی پگڑی اتار کر وضو کر رہے تھے کہ جناب ید اللہ پہونچے اور پگڑی اٹھا کر اپنے سر پر رکھہ لی - حضرت نے دیکھا تو ہنسے اور خوش ہوکر فرمایا کہ "حق بحقدار رسید" امانت اپنے اہل کو ملگئی - اسکے بعد سے جب آپ بیعت کراتے تو جناب یداللہ کی نیابت میں بیعت لیتے - جناب ید اللہ کا وصال سنہ ۸۴۹ ھجری میں ہوا - اور حضرت پیارا کا وصال سنہ ۸۹۵ ھجری میں، حضرت سید احمد گیسو دراز، حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کے مشہور خلیفہ ہیں اور وہ حضرت محبوب الہی نظام الدین اولیا کے اسطرح گویا بنگال میں حضرت چراغ دہلوی کے واسطہ سے سلسلہ نظامیہ کی اشاعت مکرر ہوئی کہ پنڈوہ کے کچھ ہی بعد یہ سلسلہ ڈھاکہ سے شروع ہوا ٭

حضرت شاہ جلال کی شہادت کا قصہ یوں ہے کہ آپ اپنے مریدوں کے حلقہ میں تخت پر بادشاہوں کی طرح متمکن ہوتے اور مریدوں کا حلقہ دست بدستہ سامنے کھڑا رہتا - کسیکو خلاف شریعت پاتے تو سزا دیتے - حاکم وقت کو جو اسوقت چوک کے قلعہ میں رہتا تھا - خبر لگی تو اسنے منع کرایا کہ اس سے دعوی سلطنت کی بو آتی ہے - مگر آپ غلبہ حال کیوجہ سے نہ مانے - آخر شاہی فوج آئی اور آپ اور آپ کے

مریدونپر بزن بول دیگئی - جب تک مریدان قتل ہوتے رہے آپ یا قہار یا قہار کہتے رہے اور جب آپ پر تلوار چلائی گئی تو یا رحمان، یا رحمان فرماتے ہوے شہادت پائی، یہ واقعہ سنہ ۸۸۱ھجری کا ہے - خزینۃ الاصفیا میں یہی تاریخ لکھی ہے *

حضرت جلال دکنی کا مزار بہت مشہور ہے - اور سب لوگ جانتے ہیں کہ آپ موتی جھیل میں ایک گنبد کے اندر آسودہ ہیں - ایک کتبہ بھی ہے مگر اس میں صرف کلمۂ طیب کندہ ہے - آج موتی جھیل کے مالک نواب اسٹیٹ ہے - مگر پورا احاطہ گورنمنٹ کے قبضے میں ہے کہ یہاں گورنمنٹ ہاوس ہے - اجازت کے ساتھ زیارت کی اجازت مل سکتی ہے - گنبد کے اتر جانب سو قدم کے فاصلہ پر ایک پکی قبر نظر آتی ہے اور اوسکے بعد ایک چاردیواری کے اندر دوسری قبر

انہیں حضرات پیارا کے تربیت یافتہ تھے مصباح العاشقین شیخ محمد ملادہ المتوفی سنہ ۹۰۰ ھجری انکا مزار ملادہ نامی بستی میں ہے اور انہیں شیخ محمد ملادہ کے خلیفہ تھے - مولانا شاہ عبد الحق محدث دھلوی کے دادا شیخ سعد اللہ ترک اور انکے دوسرے خلیفہ تھے، شیخ رزق اللہ مشتاقی جو حضرت محدث کے چچا تھے، انہوں نے بڑی عمر پائی اور سنہ ۹۸۱ ھ میں رحلت فرمائی - انکی ایک تصنیف ڈھاکہ یونیورسیٹی کے ذخیرہ مخطوطات میں ہے - اس واقعۂ شہادت سے ابو الفضل کے اس بیان کی تصدیق بھی ہوتی ہے کہ ڈھاکہ میں ایک فوجی چوکی تھی اور یہ واقعہ یہ بھی بتلاتا ہے کہ اسوقت یہاں مسلمانوں کی کافی آبادی تھی ورنہ بغاوت کا اندیشہ کیوں ہوتا -

ہے - اس احاطہ کے بالکل پورب ایک خاصہ بڑا صحن نما قطعہ ہے جو نو گزا مزار کہلاتا ہے - یہ یقیناً گنج شہیداں ہے یعنی آپ کے ساتھ جن لوگوں نے شہادت پائی سب ایک ہی بڑی سی قبر میں دفن کردئیے گئے ہیں - حضرت نعمت اللہ بت شکن کے احاطہ میں جو تین گنبد کی مسجد موجود ہے - یہ دکنی صاحب کی مسجد کہلاتی ہے اور یہی پرانے نقشوں میں بھی درج ہے - معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جلال قدس سرہ العزیز کے وقت ہی میں یہ مسجد بنی ہے - موتی جھیل اور دلکشا پہلے ایک ہی احاطہ میں تھے - یہ راستہ جسنے فصل کر دیا ہے کمپنی کے عملداری میں بنا ہے - بلکہ کمپنی باغ کے پورب جو کھال ہے یہ بھی اسی مزار کے حد میں تھا - ڈاکٹر وائز نے بیان کیا ہے کہ یہاں برسات میں ایک بڑا میلا لگتا تھا - دور دور سے لوگ زیارت کیلئے آتے تھے - مزار کے قریب تک بھی ایک نالہ آتا تھا جسکی نشانی گورنمنٹ ہاوس کے دکھن جانب جو سڑک جاتی ہے اسپر ایک پل کی صورت میں آج بھی آپ دیکھہ سکتے ہیں - یہ نالہ ذرا دکھن جاکر نواب پور کی سڑک سے گزر کر صوبہ‌دار کے گھاٹ کے نالے میں ملکر چاندخاں کے پل ہو کر رحمت گنج تک پہونچکر بوڑھی گنگا میں گرتا تھا - جب یہ نالہ پل بننے سے کشتی کیلئے گزرگاہ نہیں رہا تو یہ میلا بھی ختم ہو گیا اور اسکی جگہ حضرت شاہ علی بغدادی کے یہاں رجوع بڑھنے لگا ورنہ پہلے شہر والے میرپور میں کم جاتے تھے - دور جانا پسند ہوا تو قاضی مسعود رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ میں جاتے تھے یا قدم رسول میں *

معلوم ھوتا ھے کہ جسطرح امراء کے ھاتھون حضرت شاہ جلال نے زندگی مین تکلیف پائی - شہادت کے بعد بھی انکے زائرین تکلیف پاتے رھے ھین - یہ پورا احاطہ مشہور مرزا محمد مقیم کا محل سرا تھا - اور یہ جو باغ کے اندر ایک بہت بڑا تالاب ھے جو اصلاً موتی جھیل کہلاتا ھے - مرزا مقیم کے محل سرا کا تالاب ھے - ظاھر ھے کہ جب یہ حرم سرا تھا تو یہان لوگ بھلا کیسے زیارت کرنے آنے پاتے ؟ اسکے بعد یہ زمین نواب سر عبد الغنی کے ھاتھ آئی اور انہون نے باغ بنایا اس عہد مین ایک خادم اس مزار پر رھنے لگا - لیکن آنے جانے والون کیلئے اجازت کی سخت ضرورت بھی رھی - پھر جب پارٹیشن ھوئی اور نیا صوبہ مشرقی بنگال و آسام کا بنا - تو ڈھاکہ دار الحکومت قرار پایا اور یہ پورا باغ گورنمنٹ ھاوس کیلئے لے لیا گیا - اس عہد مین بھی زیارت کیلئے آنا جانا بہت مشکل ھو گیا - پھر تنسیخ کی گئی مگر گورنمنٹ ھاوس بھی بدستور باقی ھے - یعنے آج بھی شاھی نگرانی قائم ھے اور زیارت آسان نہین - غرضکہ ھر عہد مین قید و بند جاری رھا -

شہر کے اندر کے قدیم مزارون مین جنکے حالات تھوڑے بہت معلوم ھین یہ مزار بہت قدیم ھے اور ڈھاکہ والون کیلئے باعث شرف ھے کہ یہان ایسے بزرگ آسودہ ھین ۰

مین چاھتا ھون کہ پھرسے زیادہ وضاحت سے یہ بیان دھرا دون کہ اس گنبد کے اندر دو قبرین ھین - دوسری کسکی ھے معلوم نہین اور حضرت متاھل تھے اور اھل و عیال بھی ساتھ تھا ۰

یہ بھی معلوم نہیں - اس گنبد کے کچھ ہی اتر دیوار کے قریب ایک اور خطیرہ ہے جسکے سرھانے ایک کامنی کھڑی ہے شاید یہاں انکے کوئی خلیفہ آسودہ ہیں - اسکے بعد بھی حاشیہ بند ایک قبر ہے - خدا جانے یہ کسکی قبر ہے اور گنبد سے پورب ایک وسیع خطیرہ ہے جو نوگزہ مزار کہلاتا ہے - سرھانے ایک گل آچین کا درخت ہے' یہ ظاہر ہے کہ یہ گنج شہیداں ہے اور موجودہ احاطۂ باغ کے بعد ہی شاہ نعمت اللہ بت شکن رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے - ایک پرانی تحریر سے معلوم ہوا کہ وہ سنارگاؤں کے مشائخ سے تعلق رکھتے ہیں اور غالباً ہم سلسلہ ہونے کیوجہ سے وہ حضرت شاہ جلال رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں جاگزیں ہوے ہوں کہ سنارگاؤں والے بھی نظامی تھے اور حضرت شاہ جلال بھی *

حضرت شاہ جلال قدسرہ حضرت شاہ علی بغدادی سے تقریباً سو برس پہلے یہاں آئے ہیں - و اللہ اعلم بالصواب *

پٹھانوں کے عہد میں حضرت شاہ جلال دکنی گویا بغاوت کے مجرم تھے اسلئے ظاہر ہے کہ اونکا گنبد عہد مغلیہ میں طیار ہوا - طاب ثراھم و جعل الجنۃ مثواھم *

وارڈ نمبر ۴ کا مختصر حال
اور اوسکے مزارات

اس وارڈ کے پورب نواب پورہ کی سڑک - دکھن جانب نواب یوسف روڈ - پچھم طرف مہاوت ٹولی اور دیوان بازار روڈ (حال سر ناظم الدین روڈ) اتر سمت منٹو روڈ - یہ بہت بڑا وارڈ ہے جسمیں زیادہ تر مسلمانوں کی آبادی ہے - صرف نواب پورہ اور کہار ٹولی هندوں کے محلے هین، اسلئے اس وارڈ کو لوگ پاکستان کہتے هین - اس قطعہ کی ساری زمین اون جگہوں کو چھوڑ کر جو جلّا اور کہال کے نشیبی مقامات مین هین سب پٹھانوں کے ڈھاکہ مین شامل ہے اور بازار منور خان کے پچھم سقہ ٹولی تک (عرضاً) اور مالی باغ سے مالی ٹولہ تک کے (طولاً) باشندے مقامی بنگلہ بولتے هین مگر مرد سب اردو بھی بول سکتے هین بلکہ بولتے رہتے هین اور اسکے سوا تمام محلوں مین (حتیٰ کہ هندو بھی) اردو بولتے هین - بازار منور خان، صدیق بازار بازار آقا صادق، ڈیوڑھی آقا مسیح، ڈیوڑھی امانت خان، دیوان بازار بازار علّو یہ تمام آباد محلے پرانے هین - نئے محلوں مین ناظر بازار، مالی ٹولہ، مالی باغ، سکینہ ٹولہ اور بنگسال هین - بنگسال کو بنگسال اسلئے کہتے هین کہ یہاں بنگالی آکر بسے هین یعنے بنگالیوں کا گھر (سال بمعنے گھر) ڈھاکہ کی یہ عجیب اصطلاح ہے کہ مسلمان اپنے آپکو بنگالی نہین کہتے هین بلکہ وہ صرف مسلمان کہلاتے هین -

بنگالی یا تو ھندؤں کو کہتے ھیں یا دیہات کے مسلمانوں کو بلکہ دیہات کے مسلمانوں کو زیادہ تر بنگال کہا جاتا ھے •

شاہ ملک پیر رحمۃ اللہ علیہ

یہ مزار ایک بڑے احاطہ میں (پلٹن میں) ھے مگر یہ احاطہ جدید ھے جسکی عمر ۶۰ برس سے زیادہ نہیں - اب یہ مزار ایک گنبد کے اندر ھے جسپر چینی کے ٹھیکروں کا کام ھے جسے مرحوم قاضی رضی الدین نے نواب سر سلیم اللہ مغفور کے روپے سے بنوایا ھے لیکن پہلے ایک پیپل کے درخت کے سایہ میں یہ مزار تھا - یہ جگہ پہلے دیودانوں کا باغ کہلاتا تھا اور لوگ اکثر رات کو جن بھوت کے وھم سے ادھر نہیں آتے تھے - گنبد سنہ ۱۹۰۹ع میں بنا ھے مگر احاطہ کے دروازہ پر جو انگریزی میں سنہ ۹۱۵ع کا سائن بورڈ لگا ھے یہ محض غلط اور مہمل ھے - اللہ بخشے قاضی صاحب مرحوم نے یوھیں لکھوا دیا ھے جس سے بڑی غلط فہمی ھوتی ھے • ان اطراف میں پہلے اچھی آبادی تھی مگر جب سنہ ۱۸۸۴ع میں ریل نکلی تو ریلوے ضرورت سے پوری بستی اٹھا دی گئی تو ویرانی پھیلی - کچھ دنوں کے بعد منی پور (آسام) کے راج خاندان کے ایک ممبر یہاں آنکر مسلمان ھو گئے - اونھوں نے نواب سر احسن اللہ مرحوم کی امداد سے ایک بڑا احاطہ گھیرا اور اپنے قیام کیلئے مکان اور ایک دالانی مسجد بنوائی - وہ راجہ فقیر کہلاتے تھے - یہیں متاھل ھو گئے تھے مگر اونکی کوئی اولاد نہیں ھوئی - اونکی منکوحہ کا پہلے شوھر کا بیٹا جو اب

خود بوڑھا ہو گیا ہے یہان رهتا ہے - راجه فقیر مرحوم کے وقت مین یہان بڑی رونق ہوئی - وہ وارد صادر کی حسب حیثیت خاطر تواضع کرتے تھے اسلئے لوگ زیادہ آنے جانے لگے •

سہیل یمن مین لکھا ہے کہ حضرت ملک پیر یعنے شاہ ملک صاحب حضرت شاہ جلال مجرد یمنی کے همراهیون مین سے تھے - آپ جب سلہٹ گئے تو ملک صاحب تبلیغ کیلئے یہان رهگئے - یا بعد وفات حضرت جلال یہان آنکر بس گئے •

حضرت شاہ جلال جنکو یمنی کہا جاتا ہے تحقیق سے ثابت هوا کہ وهی جلال تبریزی هین - اگر یہ صحیح ہے کہ آپ حضرت جلال کے ساتھیون مین سے هین جنکا وصال سنہ ۶۴۲ھجری مین هوا ہے تو یہ مزار بنگال کے تمام اون مزارون سے قدیم العهد ہے جنکی حالت تاریخ کے ذریعہ معلوم ہے - یزار ویتبرک به •

مزار شاہ بلخی علیه الرحمة

یہ مزار حضرت ملک پیر کے احاطہ مین راستہ کے اتر کنارے موجود ہے - زائرین پہلے یہان فاتحہ پڑھتے هین پھر اندر جاتے هین - کہا جاتا ہے کہ آپ حضرت ملک پیر کے ساتھیون مین هین اور آپکا وطن بلخ ہے اسلئے بلخی کہلاتے هین - اسکے سوا کچھ معلوم نہین - احاطہ کے باهر سلیم اللہ روڈ مین جو اور ایک پکی قبر نظر آتی ہے - اسکے متعلق بھی کچھ معلوم نہین - راجه فقیر مرحوم بھی اسی احاطہ مین مدفون هین •

مزار شاہ دودہ کنول

یہ مزار موجودہ ڈاک بنگلہ کے ٹھیک اتر سڑک کے پار ڈی، ٹی، اس، کے بنگلہ کے پورب ایک مختصر احاطہ میں ہے - اب یہاں ایک چھوٹی سی بلا ضرورت مسجد بھی بن گئی ہے اور اب آپ کے مزار کے علاوہ بھی دو قبریں نظر آتی ہیں -

زیادہ تر یہ مزار نیم گاچ والا مزار کہلاتا ہے اور کبھی کبھی گلاب شاہ کا مزار بھی کہتے ہیں - مگر مجھے معلوم ہے کہ گلاب شاہ نام ایک گیروا پوش خادم یہاں رہتا تھا وہ بھی مرکر یہیں دفن ہوا - چونکہ سرھانے ایک نیم کا پیڑ ہے اسلئے نیم گاچ والا مزار کہنا بھی صحیح ہے اور گلاب شاہ سے نسبت دینا بھی بالکل غلط نہیں *

اس مزار سے پورب حضرت نعمت اللہ بت شکن اور ذرا دکھن پورب حضرت شاہ جلال دکنی اور ٹھیک اتر حضرت ملک پیر و شاہ بلخی آسودہ ہیں - سبھوں کو یاد ہے کہ سنہ ۱۹۰۵ع تک بھی اس مزار سے کوئی دو سو قدم اتر مسلمانوں کا ایک قبرستان تھا جسکا اب کوئی نام و نشان نہیں بلکہ آج وہاں فریمسن لوج اور ھندو بیوہ آشرم ہے *

کنول ھی کا پھل کنول گٹّہ ہے - کنول جو لال پھول کا ھوتا ہے اوسے رکتو کنول اور جو سفید پھول کا ھوتا ہے اوسے دودہ کنول کہتے ھیں - آج بھی اس مزار کے متصل اتر ایک بڑا سا نیا تالاب نظر آتا ہے لیکن فی الحقیقت یہ جدید تالاب نہیں

ہے یہاں پہلے بھی ایک بڑا آبگیر تھا۔ میں نے اس آبگیر میں نیلوفر تو بہت دیکھا ہے مگر کنول نہیں - ممکن ہے کہ کبھی یہاں سفید کنول بھی کھلتے ہوں اور آج جسطرح نیم کاچ والا مزار کہتے ہیں کل دودہ کنوَل والا مزار کہتے ہوں جو امتداد زمانہ سے شاہ دودہ کنول بن گیا ورنہ آدمی کا ایسا نام میں نے کبھی نہیں سنا (واللہ اعلم) یہ جگہ اور اس اطراف کی زمین عہد افاغنہ میں آباد تھی اور سنہ ۱۸۸۴ع تک کم و بیش آباد رھی - یزار و یتبرک بہ •

مزار گلا کٹّا سید

یہ مزار میرن کے جلّہ میں ایک گنبد کے اندر ہے - عمارت بھی قدیم نظر آتی ہے اور گنبد کے طرز سے ظاھر ھوتا ہے کہ یا پٹھان عہد کی تعمیر ہے یا ابتدائے عہد مغلیہ کی - بہر حال یہ گنبد حالت کس مپرسی میں ہے کہ میرن کے جلہ میں میونسپلٹی کے مہتروں کی آبادی ہے - اب مزار تک جانے کیلئے پورب سمت ایک گلی چھوڑ دی گئی ہے - مگر پہلے تو یہاں تک پہونچنا منزل ھفت خوان طے کرنا تھا •

'گلہ کٹا سید' کے معنی ھوئے سید شہید - بہر حال یہ کسی شہید کا مزار ہے - اور اگر شہید کا مزار ہے تو ظاھر ہے ابتداء عہد افاغنہ کا ھوگا کیونکہ جب سے ترک یا پٹھانوں نے ڈھاکہ فتح کیا پھر کسی عہد میں بھی یہ جگہ غیر مسلموں کی حکومت میں نہیں آئی الا اون کچھ دنوں کیلئے جبکہ راجہ گنیش کی غیر

اسلامی حکومت ہوگئی تھی - اور شیخ انور (۱) علیہ الرحمة کو ساتھیوں سمیت پنڈوہ سے آنکر سنارگاؤں میں پناہ لینا پڑا تھا - ممکن ہے کہ اسی عہد کے کوئی بزرگ ہوں جو لڑ کر شہید ہوئے یا اظہار حق کے جرم میں اونکا سر اُتارا گیا ہے - معلوم ہے کہ شیخ انور سنارگاؤں میں شہید کردیئے گئے تھے - مگر وہاں اونکے مزار کا پتہ نہیں لگتا - لفظ سید سے دھوکا مت کھائیے کہ ڈھاکہ کیا ہر جگہ یہ دستور ہے کہ جب صاحب قبر کا نام معلوم نہیں ہوتا ہے تو سید کی قبر کہنے لگتے ہیں - اور لفظ شہید بھی جہلا کی زبان

(۱) شیخ انور حضرت نور قطب عالم پنڈوہ کے بیٹے تھے' اونکا قصہ ریاض السلاطین نے جو لکھا ہے - میں مختصرا ذکر کردیتا ہوں - حضرت نور قطب عالم کی خدمت میں جبکہ وہ یاد الہی میں مستغرق تھے - شیخ انور نے پہونچکر راجہ کنس کی اسلام دشمنی اور مسلمان کشی کا ذکر کرکے کہا آپ جیسے قطب وقت کے عہد میں یہ ظلم ہو رہا ہے ! سنتے ہی حضرت کو طیش آیا اور فرمایا "جب تک تیرے خون سے زمین رنگین نہوگی یہ ہنگامہ فرو نہوگا" - شیخ انور سمجھے کہ جو باپ کی زبان سے نکلا ہے ضرور پورا ہوگا - عرض کیا "حضور نے جو ارشاد فرمایا صحیح ہے میرے بھتیجے شیخ زاہد کے بارے میں کیا ارشاد ہے ؟ فرمایا "اوسکی نیک نامی تا قیامت رہیگی" - جب راجہ کنس کا ظلم حد سے بڑھگیا تو اوسنے چچا بھتیجا یعنے شیخ زاہد اور شیخ انور کو گرفتار کرکے پنڈوہ سے سنارگاؤں بھیجدیا - قصہ بہت طویل ہے' مختصر یہ کہ شیخ انور کو یہیں شہادت نصیب ہوئی اور حضرت نور قطب العالم قد سرہ کا ارشاد بھی پورا ہوا کہ راجہ کنس کا بھی اوسی وقت کام تمام ہو گیا ●

مین سید ہو جاسکتا ہے - یہ مزار پٹھانون کے ڈھاکہ مین ہے
اور حضرت شاہ جلال دکنی اور حضرت شاہ نعمت اللہ بت شکن اور
حضرت چشتی بہشتی کے مزارات سب ایک دوسرے سے قریب
قریب ہین' اس سے پہلے یہی خیال ہوتاہے کہ آپ قدما مین ہین -

مزار در احاطہ کرزن ہال

کرزن ہال کے بالمقابل سجنہ کے پیڑون کے جھنڈ مین ایک
پکی قبر نظر آتی ہے - کہا جاتا ہے کہ یہ قبر سو سواسو برس کی
ہے اور کسی بخاری صاحب کی ہے - اس سے زیادہ حال
معلوم نہین •

مزار پھول شاہ رحمۃ اللہ علیہ

ڈھاکہ ریلوے اسٹیشن جس جگہ واقع ہے یہ پھول بڑیہ کہلاتاہے -
اسٹیشن کے احاطہ کے اندر ریلوے پٹریون کے درمیان آپ کا مزار ہے
جسپر ہر وقت ایک شامیانہ تنا رہتا ہے اور رات کو روشنی بھی
ہوتی ہے - ریلوے کے اہل کار شمع جلاتے ہین' عود سلگاتے ہین
اور بہت احترام کرتے ہین کہ عام اعتقاد ہے کہ کوئی بے حرمتی
کرے تو فوراً سزا پاتا ہے -

کیا حماقت ہے کہ اس محلہ کو انگریزی مین فول بڑیہ لکھا
جاتا ہے - یہ میونسپلٹی کی ستم ظریفی ہے اور باشندے چونکہ
اہل الجنۃ ہین اسلئے خاموش ہین کہ راستے کی تختی پر بھی
Fulbaria Road درج ہے •

مزار لال شاہ رحمۃ اللہ

عبد الغنی نام تھا - پرانی مغل ٹولی کے رهنے والے تھے - سر سے لیکر پاؤں تک لال کپڑے پهنتے تھے اسلئے لوگ لال شاہ کهتے تھے' متاهل اور صاحب اولاد تھے - بڑے صاحب کشف تھے اور باتیں بهت مزیدار کرتے تھے - اکثر دلکشا میں خان بہادر خواجہ محمد اعظم صاحب کے یہاں رهتے تھے مگر انتقال سے ایک هفتہ پہلے ڈاکٹر غلام سرور مرحوم کے یہاں آگئے اور یہیں انتقال کیا - ڈاکٹر صاحب مرحوم کے مکان میں اونکی قبر ہے جو چاند خان لین میں ہے - سنہ ۱۹۱۱ هجری میں رحلت هوئی •

مزار شاہ صدیق علیہ الرحمۃ

محلہ صدیق بازار میں جسے جہلا شدی بازار کهتے هیں راستہ کے اتر جانب کھلے آسمان کے نیچے آپکا مزار ہے - آپ هی کے نام سے یہ محلہ آباد هوا ہے - اس سے زیادہ حال معلوم نہیں مگر اتنا کہا جاسکتا ہے کہ آپ ابتداے عہد مغلیہ کے کوئی بزرگ هیں •

مزار شاہ ظریف علیہ الرحمۃ

نیم تلی کے کٹهرے کے ذرا مغرب سڑک کے دکهن کنارے ایک چار دیواری کے اندر آپکا مزار ہے - لوگ بهت احترام کرتے هیں - چار دیواری میں روشنی کیلئے کثرت سے طاقیں هیں - آپکا عهد کب تها معلوم نہیں هوا مگر یہ جگہ پہلے باغ موسی خان کہلاتی تهی' اسلئے خیال هوتا ہے کہ عالمگیری عهد کے کوئی بزرگ

ہون کہ چار دیواری کی اینٹین جعفری ہین اور یہ اخیر عہد عالم گیری مین زیادہ مروج ہوئین ہین •

مزار چراغ علی شاہ رحمۃ اللہ

اس شہر کے باشندے چراغ علی شاہ نامی ایک فقیر اطراف بگداسا مین ۶۰ - ۶۵ برس پہلے رہتے تہے - مجرد تہے - کسیکو مرید نہین کرتے تہے - لوگ اونکو مستجاب الدعوات سمجھتے تہے - انکا مزار محلہ شمس آباد مین بزقصابون کے مذبح کے سامنے ہے - اب ان لوگون نے ٹین شیڈ ڈال دیا ہے - قصاب برادری انکی بہت احترام کرتی ہے •

مزار دودو میان مغفور

اصل نام مولوی محسن الدین احمد اور دودو میان عرف تہا - مشہور فرقۂ فرائضی کے بانی حاجی شریعت اللہ مرحوم کے فرزند تہے - حاجی شریعت اللہ حج کرنے گئے تو حضرت شیخ سنوسی جیسے لوگون سے متاثر آے - انہون نے نیل کے تاجرون سے ملک و ملت کو بچانے کیلئے یہ تحریک چلائی اور انکے صاحب زادے دودو میان نے اس تحریک کو بڑا زور پہونچایا - یہ حضرات اصل باشندے فرید پور کے بہادر پور گاؤن کے تہے اور کھاتے پیتے خوش حال لوگ تہے - چونکہ نیل کے تاجر سب کے سب فرنگی تہے اسلئے ان حضرات کو مسلمانون مین بد نام کرنے کیلئے وہابی مشہور کردیا گیا - ورنہ یہ لوگ عملاً سخت حنفی ہین اور مولانا کرامت علی جونپوری مرحوم کے مشہور مخالف - بنگال مین سب سے پہلے انگریزون کے خلاف یہی تحریک پیدا

ھوئی اور اسنے کم از کم اتنا تو کیا کہ یورپین تاجران نیل کو بنگال سے نکال باھر کیا - اس تحریک کا حال انسکلوپیڈیا اف اسلام مین آپ پڑہ سکتے ھین مگر وہ بھی ناقص ھے اور ضرورت ھے کہ اس تحریک کی مالھا وما علیھا پر اچھی طرح لکھا جاے •

انکی قبـر محلہ مقیم بازار مین اپنے مکان مین ھے - اب یہ مکان کرایہ پـر چلتا ھے - قبـرین الـگ احاطہ مین ھین - ایک قبر دودو میان کی ھے اور دوسری اونکی بیوی کی - تاریخ وفات دودو میان صاحب ۶ ربیـع الاول سنہ ۱۲۷۸ ھجری ھے - اونکی اھلیہ کا انتقال بعد مین ھوا - حضرت آزاد مغفور نے تاریخ فرمائی ھے •

محسن دین نبی دودو میان آنکہ بود
برسر جـم غفیـر حکـم مطاعش روان
شـد چو ز دار الفنـا راھے ملـک بقا
معتقدانش شدند چون رمۂ بے شبان
ھاتف غیب این چنین سال رحلتش بگفت
عارف حق نیکدل عالم جنت مـکان

مزار در بگدا سا

چودھری غـلام ستار صاحب کے باھر والے مکان کے احاطہ مین ایک محوطہ کے انـدر مـزار ھے - محلہ کے لـوگ بہت احتـرام کرتے ھیـن - چودھری صاحب ممدوح نے حفاظت کا سامان کردیا ھے - پتہ نہین کسکا مزار ھے •

مزار حضرت چشتی بہشتی رحمة الله علیه

آپکا مزار موجودہ انٹرمیڈیٹ کالج کے بلڈنگ کے متصل جانب مشرق ایک بنگلہ نما گنبد کے اندر ہے - جب صوبہ مشرقی بنگال و آسام قائم ہوا - تو یہ بلڈنگ لفٹننٹ گورنر کے کیلئے بنایا گیا تھا مگر جب لفٹننٹ گورنر نے اُسے ناپسند کیا تو صوبہ کی کونسل کا اجلاس یہاں ہونے لگا، پھر جب تقسیم بنگال کی تنسیخ ہوگئی اور ڈھاکہ یونیورسٹی قائم ہوئی تو یہ مکان ڈھاکہ انٹرمیڈیٹ کالج کو مل گیا •

اس عالیشان مکان کی تعمیر کے زمانے میں سرکاری تجویز تھی کہ یہ گنبد منہدم کردیا جاے - قاضی رضی الدین احمد مرحوم کی قیادت میں مسلمانوں نے ایجٹیشن کیا اور اس شرط کے ساتھ یہ گنبد انہدام سے بچگیا کہ مسلمان زیارت کیلئے تو خاص دنوں میں یہاں جاسکتے ہیں لیکن مرمت کا اختیار انکو نہیں رهیگا - اور اس گنبد کے چاروں طرف اسطرح پیڑ لگا دئے گئے کہ مزار چھپ جاے اور درختوں کا سایہ اور بارش کی رطوبت سے یہ مکان قدرةً گرجاے مگر خدا کی قدرت دیکھئے کہ مزار باوجود ان سامانوں کے اب تک بلا مرمت قائم ہے اور جس غرض سے یہ عظیم الشان مکان بنایا تھا وہ ایکدن کیلئے بھی پوری نہیں ہوئی بلکہ کوئی بھی یہاں مستقلا نہیں رہ سکا چنانچہ کونسل ھاوس بنا تو وہ صوبہ گردی میں ختم ہو گیا - انٹرمیڈیٹ اینڈ سکنڈری ایجوکشنل بورڈ کا آفس بنا تو وہ منتقل ہو گیا - پھر کالج کی جگہ

فوجی اسپتال بنا اب سنتے ھیں مڈیکل کالج بنیگا - تلک ندا ولها الایام بین الناس *

یہ جگہ پہلے محلۂ چشتیان کہلاتا تھا اور مسلمانوں کی خاصی آبادی تھی - جب نیا رمنہ بنا تو یہ محلہ اور دوسرا ھمسایہ محلہ شجاعت پور ویران کردیا گیا اگرچہ حاجی شہباز کی مسجد کے ساتھ دو چار گھر مسلمانوں کا پھر بھی رھگیا تھا - ساٹھ برس ھوے اس مزار کی ایک بار موھنی بابو ڈھاکہ کے مشہور زمیندار نے مرمت کرا دی تھی - مگر اب بالکل بے مرمت ھے - ان حضرت کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں لیکن خیال ھوتا کہ یہ نواب علاؤ الدین اسلام خان چشتی کے کوئی قرابت دار یا ساتھ والے ھونگے کہ اوسی عہد میں بنگلہ نما گنبدوں کا رواج زیادہ تر تھا اور یہی قدیم طرز تعمیر ھے - یزار و ینبرک به *

مزار نامعلوم درمالی ٹولہ

محلہ پرانی مغل ٹولی اور مالی ٹولہ اسطرح اب مدغم ھیں کہ الگ کرنا دشوار ھوگیا ھے - بھرحال نعمت اللہ استاگار

شہر میں دو مغل ٹولی ھے - ایک یہ مغل ٹولی جہاں شاید کچھ مغل گھرانے کبھی بستے ھوں آج انکا نام و نشان باقی نہیں اور دوسری مغل ٹولی چوک سے پورب جو راستہ جاتا ھے اوسکا مغربی حصہ امام گنج کے موڑ تک مغل ٹولی کہلاتا ھے - پہلے مینو سیپلٹی کی تاریخ پروری نے اس سڑک کو مٹفورڈ روڈ بنایا اب میرعطا کی گلی سے چوک تک یہ سڑک بیرن چندر بوس کے نامسے نام زد ھے مگر یہاں کے تمام دکاندار اور باشندے اسکو مغل ٹولی

کی مسجد جو سڑک کے کنارے ہے اوسکے دکھن ایک اونچی پکی قبر نظر آتی ہے - قبر بہت پرانی ہے کہ محلہ کے بڈھے لوگون نے بھی کہا کہ اونکے باپ دادون نے بھی یہ قبر ایسی ھی دیکھی ہے اور اونکو بھی معلوم نہ تھا کہ یہ قبر کن کی ہے اور معلوم کیون اور کسطرح ھو کہ یہان کی تمام آبادی ۱۷۷۰ع کے قحط میں آنکہ بسی ہے اور جو محلہ مغلون کا تھا وہ در حقیقت کہان تھا متعین کرنا کوہ کندن و کاہ بر آوردن ہے *

گنبد حاجی شہباز مغفور

رمنہ کے دکھن جانب مزار حضرت چشتی بہشتی کے پچھم ایک سہ گنبدی شاندار مسجد کے صحن میں ایک خوبصورت گنبد میں یہ قبر ہے - خواجہ شہباز نے مسجد سنہ ۱۰۸۹ ھجری میں بنائی (مسجد کی پوری تفصیل رسالہ مساجد ڈھاکہ میں دیکھئے) یہ گنبد ۲۶ فیٹ مربع ہے - گنبد میں صرف ایک ھی قبر ہے مسجد پر تاریخ ہے مگر اس گنبد پر کوئی تاریخ نہیں - ظاھر ہے کہ سنہ ۱۰۸۹ ھجری کے بعد ھی بنا ھوگا - میں نے لڑکپن میں یہان ایک مختصر آبادی مسلمانون کی دیکھی تھی *

قبر موسی خان مرحوم

دیوان بازار کی سہ گنبدی مسجد جو فی الحال ڈھاکہ ھال کے احاطہ میں ہے یہ جگہ پہلے باغ موسی خان کہلاتی تھی - یہ مسجد

ھی کہتے ھیں - مغل ٹولی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ بساط خانہ کا کاربار مغل لوگ کرتے تھے اسلئے یہ دکانیں بھی مغلیہ دکان کہلاتی تھیں اور اسی تقریب سے یہ راستہ مغل ٹولی کہلاتا تھا *

بھی دیوان موسی خان کی ھے - موسی خان' عیسی خان مسند عالی کے بیٹے تھے - انہین کے بیٹے تھے منور خان جنکے نام سے نواب پورہ سے پورب ایک مشہور محلہ بازار منورخان کے نام سے تھا جسکا نام آج میونسپلٹی کی بد مذاقی سے بدل گیا ھے - مسجد کے پورب اتر ایک اونچی سی قبر ھے - یہی موسی خان کی قبر ھے جو لوگ اسے مظہر علی خان کی قبر بتلاتے ھین غلطی کرتے ھین *

قبر ڈپٹی محمد کاظم مرحوم

محلہ بگداسا مین بالمقابل مکان اندورائے ڈپٹی محمد کاظم کا بڑا مکان تھا' اب وارثون مین قطعہ قطعہ ھوکر بٹ گیا ھے - ایک حصہ مین اونکی پکی قبر ھے - ابھی اونکے ورثہ موجود ھین *

شاہ سید محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ

آپکا مزار ڈیوڑھی آقا نقی مین ھے - آپ اصلا حسین آباد ضلع گیا کے باشندے تھے - عربی' فارسی' انگریزی تحصیل کرکے سرکاری ملازمت کرتے تھے' صوفی اور تصوف کے بہت منکر تھے کہ اچانک داعیۂ حق پیدا ھوا اور سلسلۂ قادریہ مین منسلک ھوکر کمال حاصل فرمایا - آپ چند واسطون سے امام شعبی ابن حضرت منعم پاک باز قدسرہ کے بھانجے تھے - اسلئے ابو العلائیت کیطرف کشش غالب رھی اور اس سلسلہ سے نسبت عالیہ حاصل ھوئی - آپ مدتون سے ڈھاکہ مین اسی محلۂ مذکورہ مین مقیم تھے بلکہ توطنِ اختیار فرما لیا تھا اور طالبانِ حق کو خدا کا راستہ بتلاتے

رہے - کچھ دن بیمار رہکر بتاریخ ۲۸ جمادی الاول سنہ ۱۲۶۲ھ شب دوشنبہ مسکراتے ہوئے جان جان آفرین کو سپرد فرمائی اور اپنے خانقاہ منعمیہ ابو العلائیہ کے محاذی سڑک کے مشرق مدفون ہوے -

آپ صاحب تصانیف تھے - دو کتابیں تصوف میں اور ایک مکمل دیوان غیر مطبوعہ یادگار رکھ گئے - آپکے صاحب زادہ مولوی سید شاہ محمد فاروق صاحب آپ کے سجادہ نشین اور الولد سر لابیہ کے مصداق ہیں - اللہ سلامت با کرامت رکھے •

شاہ ہینگن رحمۃ اللہ علیہ

یہ مزار مغ بازار روڈ پر منٹو روڈ کے سرے کے پار راستے سے ذرا ھٹ کر اینٹون کی تعمیر کی شکل میں نظر آتا ہے - یہ جو اس مزار کے ذرا پورب ایک گنبد کی ایک مسجد مرمت شدہ موجود ہے یہ انہیں شاہ ہینگن کی بنوائی ہوئی ہے - مسجد کی طرز تعمیر شاہد ہے کہ یہ پٹھانی عہد کی یادگار ہے' اسلئے یہ کہنا نامناسب نہیں کہ شاہ ہینگن بھی اسی عہد کے ہونگے - ادھر بہت قریب قریب مسجدین ہیں اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہاں کبھی خاصی آبادی ہوگی اور یہ معلوم ہے کہ کوئی بڑی آبادی عہد مغلیہ میں یہاں نہیں تھی - واللہ اعلم •

چمن والی فقیرنی کی قبر

رمنہ کے احاطہ میں میمنسنگھ روڈ کے پورب موجودہ انٹر میڈیٹ کالج کے احاطہ میں ایک بہت اونچی قبر نظر آتی ہے جو دیوار کے باہر بنائی گئی ہے -

اب اس قبر کا حال سنئے - یہاں ایک ہندو جٹ والی عورت ایک مرد کے ساتھ رہتی تھی - بکرے پالتی تھی اور گانجہ پیتی پلاتی تھی - یہاں اوسنے ایک جھوپڑا ڈال لیا تھا - مرد کے مر جانے کے بعد شہر کے بے قید لوگوں کا مجمع بہت ہونے لگا - جب وہ مری تو اوسکو وہیں گاڑ دیا گیا اور ایک کچی قبر بنادی گئی مگر یارون نے یہاں کچھ زمین گھیر کر ایک اڈا بنا لیا' جب پارٹیشن اف بنگال ہوا اور یہاں گورنمنٹ ہاوس کی تجویز ہوئی تو P. W. D. نے آٹھہ سو روپیہ دیکر ان حضرات سے یہ زمین لیلی اور اسپر اپنے انتظام اور طبیعت داری سے ایک نئے قسم کی قبر بنادی - مگر چونکہ اس فقیرنی کو دیکھنے والے اب تک بہت ہیں اسلئے اس سرکاری قبر کو پوجنے والے پیدا نہیں ہو سکے •

یہ یاد رکھئے کہ یہ فقیرنی ذات سے باہر ہو چکی تھی اسلئے کوئی ہندو اسکے کریا کرم کیلئے نہیں آیا' ناچار اوسکے گانجہ کے مسلمان ساتھیون نے اوسکو یہین سپرد زمین کرکے حق دوستی ادا کیا اور حق اس دوستی کا معاوضہ مین آٹھہ سو روپہ بھی وصول ہوا •

مزار گمنام

یہ مزار مہاوت ٹولی والون کے قبرستان مین چٹون کے پیڑ کے سایہ مین ہے - لوگ بہت احترام کرتے ہین مگر کوئی نہین جانتا کسکی قبر ہے - معلوم ہوتا ہے کہ اس محلے مین پہلے کوئی بڑا قبرستان تھا کہ آج بھی ادھر اودھر قبرین نظر آتی ہیں چنانچہ مرحوم مرزا گوھر علی صاحب گوھر کے مکان کے پشت پر بھی ایک پکی قبر موجود ہے خدا بہتر جانتا ہے کہ یہ کسکی قبر ہے •

وارڈ نمبر ۵ کا مختصر حال
اور اوسکے مزارات

اس وارڈ کا حدود اربع حسب ذیل ہے :— پورب طرف وارڈ نمبر ۲ اور وارڈ نمبر ۴ کی سرحدیں - پچھم جانب چوک سرکلر روڈ جیل روڈ، دیوان بازار روڈ تا میمنسنگھ روڈ - دکھن سمت دریاے بوڑھی گنگا - اتر جانب ابوالحسنات روڈ ‏•

یہ سب سے چھوٹا وارڈ ہے لیکن بہت اہمیت رکھتا ہے کیونکہ یہاں ہندو مسلمان شرفا کی بڑی آبادی ہے - ہندو صرف دو تین محلے میں رہتے ہیں اور اکثر آبادی مسلمانوں کی ہے - اس وارڈ میں پٹھانوں کے وقت کی کوئی یادگار نہیں ہے - قدیم محلے آقا نواب کی ڈیوڑھی، بچھارام کی ڈیوڑھی، بیگم بازار، نیا بازار چھوٹا کٹرہ، مقیم کٹرہ، بنگسی بازار، امام گنج، ارمنی ٹولہ ہیں - پہلے مخلوط آبادی بہت تھی - اب ہندو مسلمان اکثر الگ الگ محلوں میں رہتے ہیں - اس وارڈ کی یہ خصوصیت عجیب ہے کہ کوئی راستہ مشکل سے ایسا ملیگا جو دکانوں سے خالی ہو - بہت آباد وارڈ ہے - اس وارڈ کی زبان اندر باہر مسلمانوں میں اردو ہے بلکہ کچھ ہندو بھی اندر باہر اردو ہی بولتے ہیں - محلہ بچھارام کی ڈیوڑھی میں دو مرقع عالم مصور کے بنایا ہوا محفوظ ہے جو پہلے محلہ چھوٹے کٹرہ کا ملک تھا - مستعار لیا گیا تو پھر واپس نہیں آیا - یہ مرقع محرم کے زمانے میں نمایش میں رکھا جاتا ہے، تاریخی نقطۂ نگاہ سے دیکھنے کے قابل چیز ہے ‏•

مزار شاہ حسین علیہ الرحمۃ

آپ اس ملک کے باشندے نہیں تھے - مرزا غلام پیر کے یہاں رہتے تھے - مرزا صاحب نے سنہ ۱۲۸۳ ہجری میں رحلت کی - اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ شاہ صاحب نے سنہ ۱۲۸۳ ہجری سے پہلے انتقال کیا ہے - انکا مزار بیگم بازار کی بڑی مسجد کے اتر متصل و ملحق ہے - یہ اضافہ بھی مسجد کے ساتھ مرزا صاحب مرحوم ہی نے فرمایا تھا - اور مزار بھی اونہیں کا بنوایا ہوا ہے -

یہ جو محرم کے زمانے میں اس مزار کے ساتھ لال سبز نشان کھڑے کیئے جاتے ہیں - یہ ایک جدت طرازی ہے جو لاڈلی بیگم کے وقت سے شروع ہوئی ہے - لاڈلی بیگم کا مختصر حال رسالۂ مساجد ڈھاکہ میں دیکھئے ٭

مزار قدیم در قبرستان نواب صاحبان

خاندان خواجگان کے دو قبرستان ہیں - ایک میں عام افراد خاندان دفن ہوتے ہیں اور دوسرے میں خاص افراد کہ مرنے کے بعد بھی امتیاز قائم رہے - قبرستان خاصان میں دروازہ سے گھستے ہوے پورب جانب پرانی اینٹوں کی ایک اونچی قبر ہے - سب لوگ بہت احترام کرتے ہیں مگر کوئی نہیں جانتا کہ یہ کسکی قبر ہے - اس قبرستان میں نواب سر عبد الغنی، نواب سر احسن اللہ، نواب سر سلیم اللہ وغیرہم مدفون ہیں - غفر اللہ لہم ٭

گنبد بی بی چنپا

چھوٹا کٹھرہ بالکل مربع عمارت ہے - ہر ضلع یک منزلہ ہے جس میں متعدد کوٹھریاں ہیں - ایک دروازہ دریا کے طرف اور ایک

شہر کے طرف ہے - دونوں دروازے دو دو منزل کے ہیں - بیچ
میدان میں ایک گنبد موجود ہے جسمیں ایک قبر تھی جسے
بیلو بابا نام ایک کرسچن نے جب اوسنے نیلام میں یہ کٹھرہ خریدا
تھا تعویذ اکھاڑ کر پھینک کر انڈا گھر بنا لیا - میں نے
لڑکپن میں یہاں مسطح صحن ہی دیکھا ہے - سنہ ۱۹۱۵ع میں
اتول سین نامی ایک شخص نے جو یہاں رہتے تھے اور لوہے کا بڑا
کارخانہ اونہوں نے بنایا تھا، پھر اس صحن پر ایک قبر بنوادی -
ابھی ایک نیم پاگل شخص یہاں رہتا ہے •

اس کٹہرہ کو چھوٹا کٹھرہ اسلئے کہتے ہیں کہ یہ بڑا کٹھرہ سے
چھوٹا ہے - بی بی چنپا کون تھیں ؟ محلہ والوں کا قول ہے
کہ بی بی چنپا نواب شایستہ خاں کی کوئی خواص تھی - مگر
مسٹر رینکین نے لکھا ہے کہ وہ شایستہ خاں کی بیٹی تھیں •

مسٹر رینکین کی تحریر مبنی ہے محض افواہ پر - وہ بذات
خود اچھے آدمی تھے - مگر اونکی عادت تھی کہ سنی سنائی
باتوں پر اعتبار کر لیتے تھے - اونکو معلوم نہیں کہ چنپا یا گلاب
بیگموں کا نام نہیں ہوتا ہے - ایسے نام باندیوں کے ہوتے ہیں - مسٹر
رینکین نے اسکا بھی ذکر کیا ہے کہ ڈھاکے میں ایک خاندان کے
پاس جو شایستہ خاں کی اولاد ہونے کا دعوی دار ہے - شایستہ خاں
کا ایک وصیت نامہ بھی ہے - اسپر ایک مضمون خان بہادر سید
عبد اللطیف مرحوم نے ہسٹریکل کنفرنس میں پڑھا بھی تھا •
میں نے یہ وصیت نامہ پڑھا تو مجھے حیرت ہوئی کہ کوئی
لکھا پڑھا شخص ایسا غیر ذمہ دارانہ مضمون کیونکر لکھ سکتا ہے

اور پھر میں نے اوسی کنفرنس کی ایک اجلاس میں ایک تردیدی مضمون لکھا جسمین یہ ثابت کر دیا گیا کہ یہ وصیت نامہ جعلی ہے کہ اسکی زبان غلط ہے - گواهون مین متعدد نام ایسے هین جو تاریخ تحریر وصیت نامہ کے بہت پہلے مر چکے تھے - کچھ نام ایسے هین جو اوس زمانہ مین آگرہ سے جہان یہ وصیت نامہ لکھا گیا ہے هزارون میل دور تھے - اس وصیت نامہ مین ایسی جگہ کا بھی ذکر ہے جو تحریر وصیت نامہ کے وقت پیدا بھی نہین هوئی تھی اور نہ وهان شایستہ خان کی تعمیر کردہ کوئی عمارت ہے - غرضکہ کچھ لوگون کا دستور ہے کہ هر عمارت کو شایستہ خان کی تعمیر بتلاتے هین اور هر گنبد والی قبر کو شایستہ خان کی کسی بیٹی کی قبر کہتے هین - مسٹر ریٹکین انھین لوگون سے روایت کرتے تھے اور سنی سنائی باتون کو تاریخ کا درجہ دیتے تھے •

یاد رکھئے کہ نیم تلی، بادام تلی اور پاکھڑ تلی کی طرح شاید یہان کبھی کوئی پیڑ چنپا کا هو اور اس وجہ سے اس جگہ کو چنپا تلی کہتے هون اور جن لوگون نے چنپا کا وہ پیڑ نہین دیکھا ناسمجھی سے صاحب مزار کا نام هی چنپا رکھدیا مگر محلہ چنپا تلی آج بھی کٹھرہ سے باهر موجود ہے •

مزار کشمیری شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

محلہ بچھارام کی ڈیوڑھی مین ایک خوبصورت اور حسین گنبد کے اندر آپ آسودہ هین - اسم مبارک سید محمد یوسف تھا - آپ کشمیر کے صحیح النسب سادات مین سے تھے - سب سے پہلے سید شاہ

نور الحق صاحب یہان آۓ جو اسی خاندان کے خلیفہ تھے - پھر آپ آۓ - آپنے مولوی عبد اللہ صدر الصدور مرحوم کی صاحبزادی سے عقد فرمایا اور یہین بس گئے - سلسلۂ قادریہ کے صاحب ارشاد تھے نہایت خلیق اور متواضع بزرگ تھے - مجھپر بھی توجہ مبذول تھی - بتاریخ یکم ربیع الاول سنہ ۱۳۵۹ ھجری آپ نے رحلت فرمائی - مولوی ابو جعفر عرف نابالغ میان کے انتظام اور تجویز سے بہت شاندار اور خوبصورت روضہ بنا ھے - متوسلین اور صاحبزادون سے عرض معروض کے بعد باوجود وعدہ کسی صاحب نے حالات خاندانی و تفصیل سلسلہ کا پتہ نہین دیا اسکی مصلحت وھی لوگ سمجھ سکتے ھین -

حضرت سید شاہ نور الحق کا وصال اپنے وطن مین ھوا - یہان محلہ فرید آباد مین اونکا ایک چلہ گاہ ھے جو آستانہ کہلاتا ھے - مسجد کے پورب ایک خطیرہ مین مولوی محمد ناظم مرحوم کی قبر ھے - یہ اسی شہر مین صدر اعلی تھے - بڑے جزورس عالم زیرک اور عالی دماغ شخص تھے - اونکے وارث موجود ھین - اور مولوی عبد اللہ مرحوم اور اونکے صاحبزادگان بھی یہین مدفون ھین -

ایک مصنوعی قبر

یہ قبر محاذی مقبرہ آقا نواب سڑک کے پچھم جانب ھے - جہان اب ایک مجاور بھی نظر آتا ھے اور شامیانہ بھی لگا رھتا ھے - تقریباً ۴۵ برس ھوۓ ایک صاحب نے اسلئے رات بھر مین یہ قبر بنادی کہ اسکے پہلو کی زمین اس زمین سمیت ایک شراب والے

نے لے لی تھی - یہ قبر دیکھکر اوسنے اسطرف کی زمین چھوڑ دی - مین اون صاحب کو بھی جانتا ھون جنھون نے یہ تدبیر کی تھی - ایسی نظیرین اور بھی موجود ھین - مثلاً چوکبہ سرکلر روڈ کی ایک دکان اور اوسکے پچھواڑے آنگن مین تین قبرین ایک زمانہ مین بنائی گئی تھین جبکہ مالک زمین کو یہ اندیشہ ھوا تھا کہ یہ زمین چوک سیکشن بنانے کیلئے پولس لے رھی ھے - ابھی کچھ دن ھوے کہ چاند خان کے پل مین بھی اسیطرح ایک قبر بنائی گئی تھی -

مزار گمنام در قبرستان لنگرخانہ

لنگرخانہ کی مسجد کے دکھن جانب ایک محوطہ قبرستان ھے، جسمین مرزا غلام پیر، آقا عبد العلی، آقا شجاعت علی، آقا احمد علی احمد، مولوی نصیر الدین حیدر سامی، سید محمود آزاد اور بہت سے اکابر دفن ھین - اسکے دکھن ایک گلی کے بعد ایک اور محوطہ ھے اسمین ایک پکی قبر ھے، کچھ لوگ کہتے ھین یہ قبر شاہ ابو سعید مغفور کی ھے مگر مین نے تاریخ ڈھاکہ کے حوالہ سے بیان کیا ھے کہ اونکی قبر بابو بازار کی مسجد کے ساتھ الگ گنبد مین ھے - یہ محلہ ال ابو سعید لکھا جاتا ھے - بہرحال اس قبر کی بہت احترام کرتے ھین مگر صحیح طرح کوئی بھی نہین جانتا کہ کون صاحب یہان آسودہ ھین •

ایک عجیب و غریب قبر

حکیم حبیب الرحمن روڈ اور چنپا تلی روڈ کے متعلق عام روایت ھے کہ یہ دونون محلے پہلے قبرستان تھے - یہ روایت

بظاہر کچھ صحیح معلوم ہوتی ہے کہ میں نے بھی اڑکپن میں ادھر اودھر پکی قبریں بہت دیکھی تھیں - ظاہر ہے کہ مرشد قلی خان کے جانے اور ڈھاکہ کی ویرانی کے زمانے میں یہان لوگون نے اپنا اپنا ھزوار بنا لیا ہوگا پھر جب یہ سرکاری زمینیں فروخت ہوئیں تو لوگون نے اسے آباد کر لیا مگر مجھے موثق ذریعہ سے معلوم ہے کہ ۱۳ نمبر حکیم حبیب الرحمن روڈ میں ستر آسی برس پہلے تک ایک قبر نظر آتی تھی جسپر موٹی سلاخون کی ایک کھڑکی تھی۔ اب یہ قبر تقریباً ۸ فٹ مٹی کے نیچے جاچکی ہے اور لوگون نے اسپر مکان بنا لیا ہے -

بہت لوگ پوچھتے ہیں کہ یہ قبر کسکی تھی ؟ اسکا دوھی جواب دیا جا سکتا ہے : ایک یہ کہ دین الہی اکبر شاھی کا کوئی پیرو ڈھاکہ میں فوت ہوا ہوگا جسکو اسطرح مٹی دی گئی کہ نیر اعظم کی روشنی اوس تک پہونچتی رہے - کیونکہ جہانگیر کیوقت تک اس دین اکبر شاھی کے پیرو موجود تھے - دوسرا جواب یہ ہے کہ یہان کوئی پارسی مرا ہو اور چونکہ یہان دخمہ نہیں تھا اسلئے اسطرح اوسکی قبر بنا دی گئی کہ آفتاب کی روشنی پہونچتی رہے اور نعش گل سڑ کر خاک میں مل جاے •

میرا رجحان دوسرے جواب کی طرف ہے کہ یہان اور پٹنے میں بھی پارسیون کی ایک مختصر آبادی تھی چنانچہ قلعۂ اورنگ آباد کے پشت پر اونکا ایک آتش خانہ بھی تھا یہ کوئی ۲۰ برس ہوے کھد گیا ہے مگر اب تک راستے پر "آتش خانہ" کی تختی

لگی ہوئی ہے - اتر جانب جو کوچہ ہے وہ آتش خانہ روڈ ہی کہلاتا ہے' اسکی عمارت بہی بالکل بمبئی کے آتش خانوں کی سی تہی - یہان کبہی کوئی دخمہ تہا یہ کسیکو معلوم نہین اسلئیے دخمہ کی غیر موجودگی مین نعش کو اسطرح گاڑ دیتا گویا دخمہ کی قائم مقامی ہے •

وارڈ نمبر ٦ کا مختصر حال اور اوسکے مزارات

پورب طرف چوک سرکلر روڈ تا میمنسنگہ روڈ - پچھم لال باغ تا میرپور روڈ - دکہن جانب دریاے بوڑھی گنگا اتر بابو پورہ •

وارڈ نمبر ٥ اور یہ وارڈ' دونون اسلامی تمدن و معاشرت کے مرکز ہین - اسی وارڈ مین چوک ہے جسے پہلے نواب مرشد قلی خان ثانی نے سنہ ۱۱۱۴ ہجری مین بنوایا تہا جسکی تاریخ کا کتبہ کلکتہ میوزیم مین رکہا ہوا ہے - یہ بہت خوشخط کتبہ ہے - یہ کتبہ ڈھاکہ سے کلکتہ پہونچا ہے - گورنمنٹ نے اوسکی نقل چھاپ دی ہے - ملاحظہ ہو:—

بدور محمد شہ داد گر + دکاکین چوک جہانگیر نگر
بنا کرد مرشدقلی‌خان وگفت + بما ناد از مادرین چوک اثر
۱۱۱۴ ہجری

پھر مدتوں کے بعد اس چوک کو از سر نو مسٹر والٹر نے بنایا والٹر کی دوسری یادگار لوہے کا پل تھا جو سنہ ۱۸۳۰ ح بنا تھا - اس چوک کو نواب شائستہ خاں سے کوئی علاقہ نہیں ہے - یہاں دستور ہے کہ نوشہ جب بیاہ کرنے دلہن کے یہاں جاتا ہے تو پوری برات چوک کا کم از کم ایک چکر ضرور لگاتی ہے - خواہ برات عالم گنج سے آئے اور خواہ ہزاری باغ سے' مگر یہ ہونا ضرور ہے -

اس وارڈ میں پٹھانوں کی ایک بڑی یادگار تھی اور اب بھی اوسکے کچھ آثار باقی ہیں یعنے قلعۂ قدیم جو ٹھیک اوسی جگہ تھی جہاں آج جیل‌خانہ اور اسکے ملحقات‌ہیں - ایک عظیم الشان تالاب جو چاروں طرف سے پشتہ بند ہے اوسکے آثار میں موجود ہے - اور محلہ گرد قلعہ' محلہ اردو' پورب دروازہ یہ بھی اوسی کے آثار ہیں اسی قلعے کا ایک دروازہ کو شائستہ خاں نے چانول کے بیحد گرانی (روپیہ میں دو من) کی یادگار میں چنوا دیا تھا - اسی وارڈ میں شہر کی سب سے بلند عمارت بڑا کٹھرہ اور ہندؤں کا بہت مقبول مندر ڈھاکہ ایشوری ہے - یہ مندر عہد مغلیہ میں تعمیر ہوا ہے - زیادہ قدامت کی کوئی مضبوط دلیل ابتک نظر نہیں آئی - رقبہ کے لحاظ سے اگرچہ یہ بڑا وارڈ نہیں ہے مگر ہر حیثیت سے بہت اہم وارڈ ہے کہ اسی وارڈ میں ڈھاکہ یونیورسٹی' انجنیرنگ کالج' مڈیکل کالج ہے اور اس کے علاوہ یہ تجارت کی بڑی منڈی ہے - نمبر ۵ اور نمبر ۶ کے لوگ اپنے عادات' اطوار' لباس پوشاک' طور طریقے اور چال‌چلن شادی غمی کے رسومات' بول چال اور زبان بیان سے صاف معلوم ہوتے ہیں کہ یہ اختلاف ہیں آن

اسلاف کے جو بالائی ہند سے یہاں آے تھے - یہاں کے سارے محلے قدیم ہیں مگر اب قدیم نام آہستہ آہستہ غائب ہو رہے ہیں - خواجہ دیوان، خواجہ دھرنی دھر، خواجہ دلیپ سنگہ، چاندنی گھاٹ، باغ بزرگ امید خان، اردو بازار، بخشی بازار، دیوان بازار، نگینہ باغ کذول دہ، تانت خانہ، اور چاندی خانہ زیادہ مشہور ہیں - مگر ان میں کئی محلے گمنام ہو چکے اور کچھ عنقریب مٹ جائینگے یعنے نئے نام سے پکارے جائینگے *

پاکھر تلی سے لیکر قلعہ اورنگ آباد (۷ نمبر وارڈ) تک بوڑھی گنگا پر شائستہ خاں نے ایک بند بندھوایا تھا جو پشتہ کہلاتا تھا - اس بند کی نشانیاں بابو بازار، امام گنج، سواری گھاٹ، دیبی داس گھاٹ تک تو میرے لڑکپن تک نظر آتی تھیں - اب صرف ایک محلہ پشتہ کہلاتا ہے مگر یہاں کوئی آثار اس بند کے نظر نہیں آتے - سواے پشتہ اور رحمت گنج کے پورا وارڈ اردو بولتا ہے حتی کہ اکثر ہندو بھی اندر باہر اردو ہی بولتے ہیں *

مزار گمنام

یہ مزار انجنیرنگ اسکول کے دارالاقامتہ کے پشت پر جو سڑک ہے اوسکے پورب ایک کوٹھی کے احاطہ میں ہے جہاں کچھ دن پہلے زنانہ ہسپتال تھا - لوگ اس مزار کی بہت حرمت ملحوظ رکھتے ہیں مگر کوئی نہیں جانتا کہ یہ کسکی قبر ہے - تقسیم بنگالہ سے پہلے یہ جگہ چوھٹ بازار کہلاتی تھی اور یہاں بھی پرانہ نخاس کی طرح مسلمانوں کا قبرستان عام تھا *

مزار قاری عبد الرحمن جونپوری مرحوم و مغفور

یہ مزار محلہ رحمت گنج کی بڑی مسجد میں ھے - قاری صاحب مرحوم جونپور کے رھنے والے تھے اور مولانا کرامت علی مرحوم اونکو لاے تھے - چوک کی مسجد میں جب مدرسۂ اسلامیہ کھولا گیا تو قاری صاحب کے ذمے حافظ خانہ اور ناظرہ رکھا گیا - قاری صاحب زندگی بھر لڑکون کو قرآن پاک پڑھاتے رھے - اونکے کئی شاگرد نامور حافظ تھے جن میں حافظ حبیب الرحمن مرحوم بہت مشہور تھے - بہت لوگون کو اونسے فیض پہونچا ھے - اونکے پر پوتے اب جلپائی گوڑی میں رھتے ھین - میری بسم اللہ خوانی بھی اونہین سے ھوئی تھی - خدا اونکی قبر پر رحمت کا مینہ برسائے ٭

کیچک مسلمانون کی قبرین

نواب شائستہ خان نے سندیپ وغیرہ سے جن دریائی ھولاندیز لوٹیرون کو پکڑ کر تیج گاؤن میں بسایا تھا اون میں سے کچھ لوگ مسلمان بھی ھو گئے تھے - یہ خاکروبی کا پیشہ کرتے تھے اور مغ بازار اور پنکھا ٹولی کے اطراف میں رھتے اور کیچک کہلاتے تھے - انکا کام صرف خاکروبی تھا - میلہ صاف نہین کرتے تھے مگر کچھ لوگ تاڑ کا پنکھا بھی بنا کر فروخت کرتے تھے - صرف یہی جماعت ڈھاکہ میں ایسی تھی جو اپنے مردون کو لحد میں دفن کرتی تھی ورنہ یہان علی العموم صندوقی قبرون کا رواج ھے - یہ جماعت اپنی الگ پنچایت رکھتی تھی - جہان کمشنر صاحب کی کوٹھی کے

پاس ۳ گنبد کی ایک وسیع مسجد ہے - پہلے یہ جگہ پنکھا ٹولی کہلاتی تھی - اس مسجد کے ذرا آگے ایک دو منزلہ مسجد تھی جو زلزلہ مین گر گئی - مگر اب پھرسے ایک منزلہ بنگئی ہے - اس جگہ بھی یہی لوگ رھتے تھے - یہ سب اردو بولتے تھے - انکا قبرستان عام قبرستان کے ساتھ ایک علیحدہ قطعہ مین پرانا نخاس کے ساتھ تھا - اب پرانا نخاس یفورسٹی کے احاطہ مین آگیا ہے - مغربی جنگلہ کے باھر جو کئی پکی قبرین ھین یہ انہین کیچک مسلمانون کی ھین - اب اونکی آبادی بہت مختصر رھگئی ہے جو کچھ لوگ ھین بازار منور خان کے اطراف مین رھتے ھین •

مزارات آرزوشاہ ماروشاہ علیہما الرحمۃ

ایک چبوترے پر اس نام کی دو قبرین ھین - ھمارے لڑکپن مین یہ مزارات جنگل مین تھے - یہان صرف ایک کاھی مسجد تھی - ایک مجاور مسجد اور مزارات کی نگہداشت کرتا تھا وہ بھی صرف جمعرات کو نظر آتا تھا - تقسیم بنگال مین یہ تمام زمین سرکارنے لیلی - مسجد کی زمین اور مسجد مسلمانون کی غفلت سے ایک شخص نے متولی بنکر اور روپیہ لیکر سرکار کو دیدی - صرف مزارات قائم ھین' اور اب یہان ڈھاکہ یفورسٹی کی ایک شاندار کوٹھی بنی ہے جو مسلم ھال کے پروسٹ کی کوٹھی کہلاتی ہے - مزار تک جانے کیلئے ایک پتلی سی گلی چھوڑ دی گئی ہے - مزارات اچھی حالت مین ھین - حال بالکل معلوم نہین مگر اسمین شک نہین کہ یہ قدیم مزارات ھین اور ھمیشہ سے ڈھاکے والے احترام کرتے آئے ھین •

مزار گمنام

نواب زادہ خواجہ عتیق اللہ مرحوم کی سکونت گاہ ایفاڈیل کے پشت پر جو راستہ مغ بازار گیا ہے اس راستہ پر کچھ چلکر اتر جانب ایک کھیت میں ایک پکی قبر ہے - کسکی ہے کسی کو معلوم نہیں *

مزار شاہ مومن

غنی میاں کے ھاٹ یعنے دیبی داس کے گھاٹ میں خواجہ عبد الغفار اختر مرحوم کی بنوائی ھوئی مسجد کے پورب ایک مختصر محوطہ کے اندر یہ مزار ہے جو مومن شاہ یا شاہ مومن کی طرف منسوب ہے - کالا مجید مرحوم ساکن رحمت‌گنج اسکا مجاور تھا اور اوسکے باپ دادا بھی مجاوری کا پیشہ کرتے تھے -

یاد رکھئیے کہ جسے آج رحمت‌گنج کہتے ھیں وہ پہلے باغ میر مومنا کہلاتا تھا - مومن کا مومنا اور سعید کا سعیدا یہ ایک ایرانی لہجہ ہے - میرے لڑکپن میں بھی یہاں ایک دو گھر ایرانیوں کے تھے - یہ جگہ باغ میر مومنا پہلے کہلا تا تھا یا رحمت گنج اسکا فیصلہ کرنا ابھی میرے بوتے سے باھر ہے ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا - اتنا جانتا ھوں کہ ڈھاکہ کے ایک باشندے جنکا نام یا خطاب رحمت خان تھا اور وہ کبھی چاٹگام کے فوجدار بھی تھے - اونسے ایک منشآت بنام دستور الانشاء یادگار ہے جو میرے ذخیرہ مخطوطات میں موجود ہے - بڑی دلچسپ کتاب ہے - اس سے معلوم ھوتا ہے کہ وہ اسی ڈھاکہ کے باشندے تھے کیونکہ انھوں نے اپنے منشآت میں ڈھاکہ کو مختلف وجوہ سے دھلی پر ترجیح دی ہے - ھو سکتا ہے کہ

اونکے نام سے یہ محلہ رحمت گنج کہلاتا ہو - (یہ عالم گیر کے زمانے مین تھے) - مگر منشآت رضا حسینی سے معلوم ہوتا ہے کہ آج سے ۸۰ برس پہلے بھی یہ رحمت گنج ہی کہلاتا تھا اور یہان اہل ایران بھی رہتے تھے - یہ بھی ممکن ہے کہ رحمت گنج اور باغ میر مومنا دو محلے الگ الگ ہون اور ملکر اب ایک ہوگئے ہون - اس محلہ مین سید اشرف علی عرف چمارو میان مرحوم کے مکان کے صحن مین ایک پکی قبر ہے جسکے پہلو مین میرے دوست سید مظفر علی مرحوم ابن سید اشرف علی مرحوم مدفون ہین - اس پکی قبر سے شاہ مومن کی قبر زیادہ دور نہین یعنے پچاس گز کا فاصلہ ہوگا - گمان ہوتا ہے کہ یہ قبر بھی کسی ایرانی کی ہے - بہر حال یہ مزار باغ میر مومنا کے بانی کی ہے کہ یہی قرین قیاس ہے مگر اس عہد مین ایرانی سنی نہین ہوتے تھے لیکن جبتک یقین نہ ہو جاے مین کسیکو شیعہ یا سنی نہین لکھہ سکتا - و اللہ اعلم بالصواب ٭

مزار مکھو شاہ رحمۃ اللہ علیہ

یہ مزار احاطۂ جیل کی پورب دیوار کے متصل ہے کہ دیوار یہان گھونگھٹ کہا گئی ہے - پہلے یہ مزار جیل کے احاطہ کے اندر تھا پھر سرکاری حکم سے باہر کر دیا گیا - یہ یاد رکھئے کہ موجودہ جیل کے اندر کچھ تاریخی یادگارین آج بھی موجود ہین کیونکہ یہی پٹھانون کا قدیم قلعہ تھا جسکا ذکر تاریخون مین اکثر آتا ہے اور نواب شائستہ خان نے مشہور ارزانی کی یادگار مین جو دروازہ بند کروا دیا تھا وہ اسی قلعہ کا دروازہ تھا جسکی یادمین اب صرف پورب دروازے

کا نام رہگیا ہے اور اب جہاں گارڈس کواٹر ہے یہاں ایک عظیم الشان
پشتہ بند تالاب ہے - جیل سپرنٹنڈنٹ کے کوٹھی کے احاطہ میں ایک
بڑی مسجد ہے جسمیں کبھی کتبہ بھی تھا مگر ابتو نہ کوئی
جا سکتا ہے نہ نماز ہوسکتی ہے - اس احاطہ میں کنول دہ
نامی مشہور تالاب تھا جسکی سیر ساکنان قلعہ کرتے تھے - اس
کنول دہ کے بیچوں بیچ ایک سنگی برج تھا - اب سب بے نام و
نشان ہو گئے - اس قلعہ کی ایک نشانی اور بھی باقی ہے
یعنی جیل کی پچھم دیوار کے بعد جو سڑک ہے وہ گرد قلعہ
روڈ کہلاتی ہے اور ادھر ھی اردو بازار بھی ہے •

بہرحال یہ مزار میرے خیال میں عہد افاغنہ کا ہے کہ یہ قلعہ
بھی اونہیں کا تھا اور پٹھانوں کا آبائی دستور ہے کہ وہ اپنے ساتھ
ایک نہ ایک زندہ یا مردہ پیر ضرور رکھتے ھیں - اور کبھی
اسکے خلاف نہیں چلتے - لھذا اس مزار کو نویں صدی ھجری کا
سمجھنا چاھئے کہ قلعہ نویں صدی کے ابتدا میں بنا ہے - لوگ
اس مزار کا بہت احترام کرتے ھیں اور ھمیشہ صاف ستھرا رکھتے
ھیں - و اللہ اعلم بالصدق و الصواب -

مزار چوک

ڈھاکے کا چوک مرشد قلی خاں ثانی نے سنہ ۱۱۱۴ ھجری
میں بنایا تھا - اسکا کتبہ کلکتہ میوزیم میں محفوظ ہے -
موجودہ چوک مسٹر والٹر مجسٹریٹ ڈھاکہ نے سنہ ۱۸۳۰ ع
میں بنوایا ہے یعنے چاروں طرف کمر کمر تک کی دیوار اور ۱۶
دروازہ بنوائے تھے - پہلے یہاں سہ پہر کو دکانیں لگتی تھی مگر اب تو

ساری زمین ہی باقی نہین ہے - اب مسلمانونکی مستقل دکانین جن مین زیادہ تر تھوک فروشی ہوتی ہے یہان بنگئی ہین اور پورب اور دکھن سڑک کے کنارے پختہ دو منزلہ عمارتین بھی طیار ہوگئین ہین - بہر حال اس چوک کے بیچ مین ایک قبر نظر آتی ہے - اس قبر کی خصوصیت یہ ہے کہ مرثیہ خوانون کی جماعت اسکی بہت احترام کرتی ہے -

جیسا کہ معلوم ہے چوک کے بانئ اول مرشدقلی خان ثانی ہین - جب بیچ چوک مین قبر بنی تو ضرور ہے کہ اونہین کے کسی عزیز یا دوست کی قبر بنی ہوگی جنکا نام نوری گولہ انداز ہے - شاہ کا لفظ بعد کا اضافہ ہوکر شاہ نوری بن گیا مگر لطیفہ سننے کے قابل یہ ہے کہ مسٹر والٹر نے جب چوک دوبارہ تعمیر کی تو اوسکو بیچ بازار مین قبر کا ہونا بہت برا نظر آیا - تو اوسنے قبر کھدوا کر اور صندوق نکلوا کر مرزا منّا کی ڈیوڑھی مین لیجا کر دفن کروا دیا کہ آج بھی مسجد کے بالمقابل ایک مختصر احاطہ مین وہ قبر موجود ہے اور اسکے ساتھ اور دو قبرین بھی ہین جنکا ذکر بعد مین ہوگا - مگر والٹر کے بعد چوک کے زندہ دلون نے پھر ایک قبر اوسی جگہ بنا دی اور چارون کونے پر چار مختصر برج بھی کھڑا کر دیا - اب لوگ جاتے ہین اور منت مرادین مانگتے ہین - کچھ دن ہوئے پنجاب کے ایک تصوف مآب کچھ روز یہان معتکف تھے اور گانجہ کے ترنگ کے ساتھ قوالی بھی کراتے اور حال قال کی مجلس بھی جماتے تھے - انا للّٰہ و انا الیہ راجعون - بہر حال یہ ایک جعلی قبر ہے مگر خود شاہ نوری گولہ انداز

کے متعلق یہ معلوم نہیں کہ وہ سنی تھے یا شیعہ - جب والٹر نے قبر کھدوائی تو تابوت نکلا - یہاں سنیوں میں صندوق یا تابوت کا رواج نہیں ہے - اصلاً تابوت یا صندوق اسلئے استعمال کرتے ہیں کہ جب موقع ملے تو نعش مقامات متبرکہ میں لیجا کر دفن کر دیں جیسا کہ میر جملہ کے ساتھ کیا گیا تھا - نوری گولہ انداز کے متعلق یہ سمجھنا آسان ہے کہ صاحب قبر کوئی فوجی آدمی تھے اور پکی قبر بننے بعد لفظ 'شاہ' کا اضافہ ہونا معمولی بات ہے - تابوت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ شیعہ تھے اور اب تک مرثیہ خوانوں کا احترام بھی یہی ثابت کرتا ہے - بہرحال وہ شیعہ تھے یا سنی مگر چوک میں وہ مدفون نہیں ہیں اور یہ قبر جعلی ہے •

مزار گمنام

مرحوم شیخ حیدر بخش کے اردو روڈ کے مکان کے صحن میں ایک پکی قدیم قبر ہے کوئی نہیں جانتا کسکی قبر ہے - مگر گھر والے اور اطراف کے لوگ اسکی بہت احترام کرتے ہیں - میرا خیال ہے کہ یہ قبر اوسی مسجد کی بانی کی ہے جو یہاں بہت پہلے تھی یعنے جہاں نولیفی بابو وکیل کا مکان ہے یہیں ایک بڑی شاہی مسجد تھی - بہت دن ہوے منہدم ہو گئی اسکے پتھر کی سعین محلہ میں ادھر اودھر بکھری ہوئی اب بھی نظر آتی ہیں - اس مسجد کے متصل اتر جانب ایک بڑا تالاب بھی تھا کچھ دن آگے تک اوسکا نشان موجود تھا اب وہ بھروا دیا گیا ہے - یہ مسجد درحقیقت چاندنی گھاٹ روڈ پر تھا - یہاں اب بھی دو چار گھر مسلمانوں کے باقی ہیں •

مزارات ڈیوڑھی مرزا منّا

شاہراہ عام پر اتر جانب ایک چار دیواری کے اندر آج تین قبریں نظر آتی ہیں - اون میں پرانی قبر شاہ نوری گولہ انداز کی ہے جو پہلے چوک میں تھی اور والٹر صاحب نے سنہ ۱۸۳۰ع میں تابوت یا صندوق نکلوا کر یہاں دفن کروا دیا ہے - یہاں محرم کے دنوں میں لال سبز دو نشان اونچے بانس میں باندھکر کھڑے کئے جاتےہیں - کوئی نہیں جانتا کہ وہ شیعہ تھے یا سنی مگر تابوت سے تو وہ شیعہ ہی ثابت ہوتےہیں پھر اس بناء پر کہ چوک کی قبر ایک شیعہ کی بنائی ہوئی ہے اور مرثیہ خوانوں کا آج تک احترام کرنا اور محرم میں علم کھڑا کیا جانا سب اونہیں شیعہ ہی ثابت کرتا ہے -

دوسری قبر حافظ محمد یوسف مرحوم کی ہے جو بڑے خوش الحان حافظ اور اسی محلے کے رہنے والے تھے - وہ احسن منزل کی مسجد کے امام بھی تھے - تقریباً چالیس برس ہوئے انتقال کیا *

تیسری قبر مخدومی مولانا سید ظفر حسن آزاد پروفیسر ڈھاکہ یونیورسٹی کے اہلیہ کی ہے جنہوں نے یہاں بتاریخ ۲۴ دسمبر سنہ ۱۹۴۱ع رحلت فرمائی ہے -

شاہ نوری گولہ انداز کی شیعیت کے باوجود اس قبرستان کا ذکر سنیوں کی قبروں کے ساتھ اسلئیے کردیا گیا کہ یہاں دو سنی بھی دفن ہیں - یہاں تو کم از کم شیعہ اور سنی متحد ہیں *

مزارات بابو پورہ

یہ محلہ عہد عالمگیری مین آباد تھا اب ویران ہو گیا ھے ۔ یہان تین گنبد کی ایک بڑی شاندار مسجد ھے جسے مسماۃ مریم نے سنہ ۱۱۱۸ ھجری مین تعمیر کی ھے اور یہی اوسکا سنہ وفات بھی ھے - مسجد پر جو خوشخط کتبہ ھے اوسکی نقل حاضر ھے :—

مریم این سجدہ گہ بنا کردہ + ترک دنیاے بے وفا کردہ
سال تاریخ فوت و مسجد او + خواستم ھاتفی ندا کردہ
گفت این مسجد وسبع زمان + مریم صالحہ بنا کردہ
۱۱۱۸ ھجری

مریم کی کچی قبر مسجد کے پائین ھے جسپر ھر جمعرات کو شمع روشن ھوتی ھے - مغ بازار کے صاحبزادے جو یہان رھتے ھین اونھون نے نہایت وثوق سے بتلایا کہ مریم حضرت شاہ نوری کی بہن ھین اور آپ ھی نے شاہ نوری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے غسل کا طریقہ ایجاد کیا ھے مگر یہ محض غلط اور لغو ھے ۔ شاہ نوری قدس سرہ کی وفات سے ۸۲ برس پہلے مریم انتقال کر چکی ھین وہ کیسے غسل کا طریقہ ایجاد کرتین ؟ مسجد کے دکھن جانب حضرت شیخ عبد اللہ اور حضرت شیخ غلام محمد کی قبرین ھین اور انکے علاوہ بھی بہت سے لوگ مدفون ھین - مولانا شیخ غلام محمد حضرت شاہ نوری رحمۃ اللہ علیہ کے دادا صاحب علم اور دولت دین سے مالا مال بزرگ تھے - طریقۂ مجددیہ رکھتے تھے کہ عروۃ الوثقی حضرت معصوم قدس سرہ کے خلیفہ کے

خلیفہ تھے - غالباً انکا (خلیفہ) نام خواجہ عبد اللہ تھا - آپ کے صاحبزادے مولانا شیخ عبد اللہ بھی یہیں مدفون ھیں، وہ بھی صاحب علم و عمل اور اپنے والد سے مجاز تھے - حضرت شاہ نوری رحمۃ اللہ علیہ کو قصیدہ بردہ کی اجازت آپ ھی سے ملی تھی - انکے تلامذہ میں مولوی اسد اللہ جہانگیر نگری اور مولانا شاہ لطف اللہ مہر پوری مشہور عالم تھے اور حرز ایمانی کے عامل کامل • - حیرت ہے کہ حضرت شاہ نوری تک نے اپنے والد ماجد اور جد امجد کی تاریخ وفات نہیں لکھی - لوگ زیارت کیلئے بہت جاتے ھیں اور بابو پورہ کے مزارات کا ذکر عزت کے ساتھ کیا جاتا ہے - قدس سرھم •

مزار شاہ مخدوم رحمۃ اللہ علیہ

چاندنی گھاٹ روڈ میں سڑک کے پورب کنارے ایک چھوٹے محوطہ کے اندر آپکا مزار ہے - یہاں پہلے بھی ایک حظیرہ تھا جو بہت بوسیدہ ھو گیا تھا جسے بابو اس' کے' داس نے سنہ ۱۹۱۵ء میں پھر سے بنوا دیا ہے - یہ محلہ سراسر مسلمانوں کا تھا مگر اب دو ایک گھر مسلمانونکے یہاں باقی رھگئے ھیں - صاحب مزار کا حال معلوم نہیں •

مزار لطف اللہ مغفور

محلہ خواجہ دیوان کی سب سے بڑی مسجد جو تین گنبد کی ہے اسکے اتر جانب ایک اونچی قبر ہے - یہ قبر بانی

• مولانا شاہ لطف اللہ کا مزار مہرپور ضلع ندیہ میں ہے - اونسے ایک کتاب وحدۃ الشہود کے موضوع پر یادگار ہے - مولانا شاہ اسد اللہ جہانگیر نگری کا ذکر عنقریب آئیگا -

مسجد لطف اللہ کی ھے - لطف اللہ عہد عالم گیری کے کوئی منصب دار تھے ٭

مزار پھیکو شاہ مرحوم ۔

شاہ باغ کے مغربی پشت پر سے جو سڑک نکلی ھے اوسکی مشرقی جانب ایک عظیم الشان بڑہ کے نیچے یعنے شاہ باغ کے دیوار سے متصل ایک قبر ھے جو پھیکو شاہ کی کہلاتی ھے - ڈھاکہ کے بھٹیال مرثیہ خوان اس قبر سے خاص عقیدت رکھتے تھے مگر اب اون عقیدت مندون کی جماعت فنا ھوگئی ھے - اس خاص جماعت کو اس قبر سے عقیدت کیون تھی؟ اسکی کوئی وجہ بجز اسکے میرے سمجھ مین نہین آئی کہ اس قبر سے کچھ ھی دور شاہ باغ کے اندر گول تالاب کے متصل نور الدین حسین عرف شاہ نورا کی قبر ھے - اور وہ نواب نصرت جنگ کی مجالس مین کتاب خوانی کرتے تھے - شاید پھیکو شاہ ان کے کوئی رشتہ دار ھون اور اونھی سے یہان بھٹیال مرثیہ کی بنیاد پڑی ھو ٭

مزار شاہ باغ

یہ مزار شاہ باغ کے اندر بڑی بارہ دری کے دکھن جانب دیوار سے متصل ھے - یہ کسکی قبر ھے معلوم نہین مگر باغ کے ھندو مالی اسکا بہت احترام کرتے ھین ٭

مزار شجاعت پور

شاہ باغ کے دکھن جو سکھون کا اکھاڑہ ھے یہ جگہ اور رمنہ کی کچھ زمین شجاعت پور کہلاتی ھے - شجاعت خان عہد اسلام

جہان کے سپہ سالار ھین اور عثمان خان آخری بادشاہ بنگال کی جنگ مین انہون نے کار نمایان کیا ھے - اکھاڑہ سے باھر ایک پکی قبر موجود ھے - کسکی ھے معلوم نہین - مسٹر رینکین نے بتلایا ھے کہ جب رمنہ بنا تو محلہ چشتیان اور شجاعت پور اجاڑ کر میدان کر دیا گیا ●

مزار سلھٹیا شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

پچاس ساٹھ برس ھوے کہ آپکا انتقال ھوا - آپ سلہٹ کے رھنے والے مجذوب تھے - شہر کے نامور رئیس بابو برج موھن انکے خاص معتقد تھے - رمنہ مین بردوان والی کوٹھی کے احاطہ مین پچھم طرف آمون کے جھنڈ مین آپکی قبر ھے - بخشی بازار اور اطراف گرد قلعہ کے باشندے زیارت کیلئے بہت جایا کرتے ھین ●

مزار حاجی بیگ مغفور

ڈھاکہ ایشوری کے پچھم اور سڑک کے پورب ایک بڑی خوبصورت مسجد ھے جسمین چینی کی اینٹون کا فرش ھے - بانیء مسجد حاجی بیگ کی قبر اس مسجد کے پورب اتر ھے - یہ سنہ ۱۱۰۳ھ تک بقید حیات تھے - یہ عہد عالم گیری کے کوئی منصب دار ھین ●

قبر تالاب ٹھاکیشوری

تقسیم بنگال کے زمانے مین جب گورنمنٹ شہر کا رقبہ وسیع کررھی تھی اور یہ زمین لے لینے کی تجویز ٹھیری (جہان نواب صاحب کا فیل خانہ تھا) تو یارون نے راتون رات ایک قبر بنادی

اور اوسپر شامیانہ بھی تان دیا اور لوبان دان اور اگر کی بتیان بھی مہیا کردی - مقصد یہ تھا کہ زمین اکو ئیر نہونے پاے -

تحقیقات کے بعد معلوم ہوا کہ یہان کبھی کوئی قبر نہین تھی - نرسنگ منشی نامی ایک معمر شخص نیل خانہ کے داروغہ تھے اور ھاتھی کے منشی کہلاتے تھے' اونہون نے نام بنام بیان کیا کہ رات کو ان ان لوگون نے یہ کارروائی کی ھے - نواب سر سلیم اللہ مرحوم نے اس قبر کو مسمار کروا دیا مگر اینٹین یہین پڑی رھین- اب کچھ دنون سے دیکھتا ھون کہ ان اینٹون پر ایک شامیانہ موجود ھے اور ایک نیم مجذوب میان اشرف جنکا فی الحال یہ شغل ھے کہ وہ ولایتی مٹی کی سل بنوا کر اوسپر کلمۂ طیبہ یا اور کچھ لکھوا کر کہین نہ کہین نصب کرا دیتے ھین - انہون نے یہان بھی ایک سل لگا دیا ھے اسکے نیچے اونکا نام مسکین اشرف بھی کندہ ھے •

حافظ احمد علیہ الرحمة

آپ مولانا کرامت علی جونپوری کے بڑے صاحبزادے ھین - ساری عمر بنگالہ مین بسر فرمائی - انکی طرف رجوع خلائق بہت تھا - بہت مخیر اور صاحب تواضع عالم اور پر تاثیر واعظ تھے - فالج پڑا تھا' بغرض علاج ڈھاکہ آرھے تھے کہ بجرہ پر انتقال ھو گیا - اور نعش صدر گھاٹ آئی' وھین غسل کے سامان کیا گیا اور شیخ فیض بخش کان پوری مرحوم کی تجویز سے جنازہ چوک لایا گیا - جنازہ پر ایسا اژدھام تھا کہ صدر گھاٹ سے چوک تک یکسان بھیڑ تھی اور لوگ پروانہ وار کندھا دینے کیلئے گرتے

پڑتے پھونچھتے تھے - میں نے دیکھا کہ هندو مسلمان دونوں شریک جنازہ تھے اور سب رو رهے تھے - میں نے ایسا عام حزن اور کہرام اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا ●

چوک کی مسجد میں دکھن جانب ایک مختصر کچھ زمین خالی تھی جسمیں وهیں قبر طیار هوئی اور آپ دفن هوے - جنازہ پر جو چادر تھی اسکو لوگوں نے تار تار کرکے بانٹ لیا اور بطور تبرک تعویز بناکر اپنے پاس رکھا - سال بھر کے بعد آپ کی قبر پر ایک دالان بنا دیا گیا - چوک کی مسجد کمیٹی کے انتظام میں آپکا مزار بھی ھے - یہاں ایک بکس مقفل رهتا ھے - زائرین کو جو دینا هوتا ھے اسمیں ڈال دیتے هیں - اب انتظامات پہلے سے بہت درست هیں - دیہات خاصکر نواکھالی اور ٹپرہ کے زائرین بہت آتے رهتے هیں ●

باغ خواجہ عبد الکریم مرحوم کی قبریں

یہ باغ حسینی دالان کے نوبت خانہ کے اتر سڑک کے دوسرے جانب ھے ● درحقیقت یہ باغ اور اسکے ساتھ کے بہت دور تک کی زمین' باغ بزرگ امید خاں کہلاتی تھی - بزرگ امید خاں نواب شایستہ خاں کے فرزند رشید تھے - انہیں کے هاتھ سے چاٹگام فتح هوا تھا - اس باغ میں تین پکی قبریں هیں' ان میں جو بہت قدیم ھے اسکے بارے میں مختلف روایات هیں - کوئی کہتا ھے کہ بزرگ امید خاں کی قبر ھے اور کوئی کہتا ھے کہ میر مراد بانئ حسینی دالان کی قبر ھے - مگر بزرگ امید خاں کا یہاں مرنا ثابت نہیں اور میر مراد کی قبر حسینی دالان کے زینے کے نیچے ھے - بہرحال

یہ قبر کسکی ہے معلوم نہیں - مگر دوسری قبر جو پہلے سے جدید
ہے یہ مرزا رجب علی لکھنوی کی ہے - یہ صاحب خواجہ
عبد العلیم مرحوم کے یہاں جاگزین اور لکھنو کے شریف زادے تھے -
تیسری قبر حکیم حسن مرزا حرق کے لڑکے کی ہے - حکیم صاحب
مرحوم بہت بے تعصب شیعہ تھے مگر مرزا رجب علی سنی
تھے - اس باغ سے کوئی سو قدم دکھن سڑک کے پچھم جانب
ایک پکی قبر نظر آتی ہے، یہ عنایت چوڑی والے کے باپ کی
ہے کہ یہیں پرانہ نخاس کی بہت سی زمین گھیر کر عنایت
چوڑی والے نے ایک باغ بھی بنا لیا تھا •

پینتھا والی کی قبر

اردو روڈ میں پل سے متصل اتر برسر راہ ایک قبر ہے •
یہ قبر پینتھا والی کی کہلاتی ہے اور یہ پل بھی اوسی نیک بخت نے
بنوا یا تھا - محلہ کے هندو کمار همیشہ اس قبر کو آراستہ رکھتے هیں -
یہ نیک بخت تقریباً دو سو برس پہلے تھی - اوسنے پل بنوا کر
راهروؤں کو بہت آرام پہونچایا ہے - خدا اوسکی قبر پر مغفرت کے
پھول برسائے •

واضح رہے کہ یہ وهی نالہ ہے جو دولائی ندی سے ایک بڑا
فاصلہ طے کرکے رحمت گنج کے پچھم دریائے بوڑھی گنگا میں گرتا
تھا - یہ پل اب جتنا پست نظر آتا ہے، همارے لڑکپن میں
اس سے بلند تھا کہ تب سڑک کے زمین اتنی اونچی نہیں
هوئی تھی -

ستر اسی برس کا واقعہ ہے کہ اسی نالہ کو جو جاڑے میں
بالکل خشک ہو جاتا تھا کسی ضرورت سے کھودا گیا تو زمین کے
بہت نیچے ایک بڑی کشتی ملی جسپر بڑے بڑے دو سالم مٹکے
ملے - ان دو میں سے ایک مٹکہ چوڑی ہٹہ کی مسجد میں
تھا جو حوض بننے سے پہلے وضو کا پانی رکھنے کے کام آتا تھا - دوسرا
مٹکہ ساھو جیال نگر کی مسجد میں رکھا ہوا تھا - اتنے بڑے
بڑے مٹکے اب نظر نہیں آتے - یہ بھی ایک ثبوت ہے کہ اس
نالہ کو دریا سے تعلق رکھنے کا ۔

وارڈ نمبر ۷ کا مختصر حال
اور اوسکے مزارات

یہ بہت بڑا وارڈ ہے لیکن آبادی جسقدر پچھم جاتے جائیے
کم ہوتی جاتی ہے اور ویرانی بڑھتی جاتی ہے لیکن مغلوں
کی ابتدائی عہد میں ادھر بہت خاصی آبادی تھی اسیلئے
مغلوں کے آثار قدیم میں مساجد اور مقابر یہاں بہت ہیں -
اس وارڈ کی چو حدی یوں ہے :-

پورب لال باغ کی سڑک ڈھاکہ ایشوری روڈ سے میرپور
روڈ کی ابتداء تک - دکھن کمرنگی چر اور بوڑھی گنگا -
اتر عظیم پورہ' چوب دار ٹولی مغربی سرحد گنبد محل ہزاری
باغ تک - یہ مخلوط وارڈ ہے کہ ابھی مسلمان محلے تھے کہ

ھندو محلے شروع ھو گئے اور ایسے محلے بھی ھین کہ دونون ایک ساتھ رھتے ھین - اس وارڈ کا مشرقی حصہ خاصکر لال باغ اردو بولتا ھے مگر مغربی حصہ مقامی بنگلہ - اس وارڈ مین سارے محلے قدیم ھین کیونکہ مدتون سے ادھر آبادی مین کوئی اضافہ نہین ھوا ھے - ایک محلہ کشمیری ٹولہ تھا اب یہان کوئی کشمیری نہین رھا - اخیر عہد مغلیہ تک یہان شاھی عہدہ دار رھتے تھے - پھر یہ باغ نواب حسین الدین خان سے اریک ھاتھی گھاٹ تک شاھی عہدہ دارون کا قبرستان بن گیا - اور آج یہی حصہ مسلمانون سے زیادہ تر آباد ھے - اس وارڈ مین آتش خانہ ایک تاریخی محلہ تھا جہان پارسیون کا آتش خانہ تھا - مکان آتش‌خانہ کھد گیا ھے مگر آتش خانہ روڈ اب بھی زندہ ھے - ایک محلہ چودھری بازار ھے جہان شہر چودھری رھتا تھا - یہ ایک بڑا عہدہ‌دار تھا جو نئے گورنرون کا استقبال کرتا - بازار کا نرخ مقرر کرتا اور کوتوالی چبوترہ پر اوسکا روزانہ اجلاس ھوتا تاکہ بازار کے مقدمات کا فیصلہ کرے - شہر چندیفہ اوسکے تصرف مین رھتا گویا اگلے زمانہ کا وہ شریف ھوتا جو کلکتہ بمبئی جیسے شہرون مین انگریزونکی طرف سے آج مقرر ھوا کرتا ھے - اب اس وارڈ مین سوائے دائرہ عظیم پورہ کے کوئی قدیم خاندان موجود نہین ھے اور سچ پوچھئے تو یہ بھی ڈھاکہ کے حیثیت بہت قدیم خاندان نہین ھے لیکن یہان ھندون کے پرانے گھر بہت ھین - مسلمان زیادہ تر سینگ کے بوتام اور کنگھی بناتے ھین اور کچھ دکانداری کرتے ھین - تعلیم کا چرچا بھی بہت کم ھے کہ انکے بڑے رقبہ مین

صرف ایک ھائی اسکول ھے اور اوسمین بھی مقامی لڑکے بہت کم ھین •

شاہ اسد اللہ و شاہ غریب اللہ رحمۃ اللہ علیہما

یہ دونون مزار پہلو بہ پہلو محلۂ مان ایشور مین منشی محمد اکبر عرف ٹیٹو منشی کے مکان کے احاطہ مین مسجد کے پورب ھیـن - منشی مرحوم اور اونکے خاندان والے بھی یہان مدفون ھین - ایک چھوٹی سی دالانـی مسجد بھی موجود ھے - کہا جاتا ھے کہ پہلے یہان ایک پرانی مسجد تھی جو شکستہ ھو گئی تھی اور پھر سے منشی مرحوم نے بنوا دی ھے اور قدیم مسجد کا کتبہ اس مسجد پر لگا دیا ھے - یہ بھی کہا جاتا ھے کہ یہ مسجد شاہ اسد اللہ صاحب نے بنوائی تھی - کتبہ مین صرف سنہ ۱۰۹۲ ھ کندہ ھے - شاہ اسد اللہ صاحب اسد تخلص کرتے تھے - وہ فارسی اور اردو کے صاحب دیوان شاعر تھے - اونکے دیوان ٹیٹو منشی مرحوم کے یہان ھے مگر وہ لوگ کسیکو دکھانا پسند نہین کرتے اور اسطرح چھپاتے ھین گویا وہ کوئی بڑی انوکھی چیز ھے' مگر مجھے معلوم ھے کہ سارا کلام نعت مین ھے اور فارسی کے سوا جو کلام ھے سب قدیم اردو مین - مگر اشعـار بہت معمولی ھین - یہ دیوان اصل دیوان کی نقل ھے - اصل دیوان سنہ ۱۰۴۷ کا مکتوبہ تھا جو کرم خوردہ ھو جانے کیوجہ سے نقل کرا لیا گیا ھے -

شاہ اسد اللہ صاحب کون تھے یہ لوگ نہین بتلا سکتے ھین مگر مجھے کبریت احمر یعنے ملفوظات حضرت شاہ نوری رحمۃ اللہ علیہ

سے معلوم ہوا کہ آپ اسی شہر کے رہنے والے اور بہت بڑے عالم تھے - دور دور سے لوگ اونسے پڑھنے آتے تھے - اور وہ علوم دینی و باطنی میں حضرت مولانا شاہ عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے - یعنی آپ مجددی تھے - شاہ غریب اللہ اونکے شاگرد اور خلیفہ بتلاے جاتے ہیں - و اللہ اعلم •

شاہ دربار و شاہ کمال علیہما الرحمۃ

یہ مزارات دائرہ عظیم پورہ کے بالمقابل رام باغ کے پہلو میں سڑک کے پچھم ہیں - ایک چوچالہ گنبد تھا جو امتداد زمانہ سے گر گیا تھا - اب پھر سے لوگوں نے بنا دیا ھے - گنبد کے اندر شاہ دربار کا مزار ھے اور باہر کا مزار اونکے بھائی شاہ کمال کا ھے - حضرت شاہ دربار مجذوب تھے اور کہا جاتا ھے کہ آپ نصیر آباد (میمنسنگہ) کے باشندے تھے - یہ مزارات بہت قدیم ہیں اور دائرہ بننے کے بہت پہلے سے یہ حضرات یہاں آسودہ ہیں •

حضرت شاہ فیض اللہ رحمۃ اللہ علیہ

نواب باغ کی بڑی مسجد کے اتر ایک حظیرہ کے اندر آپ آسودہ ہیں - آپ حضرت صوفی سید محمد دائم قدس سرہ کے خلیفہ تھے - حضرت صوفی روشن علی شاہ صاحب نے مولانا شاہ حسن رضا رحمۃ اللہ علیہ کو جو خط مشعر اطلاع وفات حضرت صوفی صاحب قدس سرہ نے لکھا ھے' اوسمیں درج ھے کہ یہ صاحب حضرت کے وفات کے وقت موجود تھے - جس سے یہ ثابت ہوتا ھے کہ وہ سنہ ۱۲۱۴ تک بقید حیات تھے - واللہ اعلم •

مستان شاہ رحمۃ اللہ علیہ

یہ مزار مانک بابو کے مکان (عنایت گنج) کے متصل گلی کے اخیر حصہ میں ندی کے کنارے ہے - محلہ والے بہت احترام کرتے ہیں مگر کوئی کچھ نہیں بتلا سکتا کہ یہ کون تھے - نام سے پتہ لگتا ہے کہ کوئی مجذوب ہونگے - گویا شہر کے مشرقی اور مغربی دونوں طرف ایک ایک مستان شاہ آسودہ ہیں *

بہادر شاہ و سعید شاہ رحمۃ اللہ علیہما

یہ دونوں قبریں عنایت گنج کے راستے پر دکھن جانب ایک اونچے چبوترے پر دو قدیم بڑہ اور پیپل کے سایہ میں ہیں - ان میں جو مزار حظیرہ کے اندر ہے وہ بہادر شاہ کا اور دوسرا سعید شاہ کا ہے - یہ مزارات بہت قدیم ہیں اور ہمیشہ زائرین آتے جاتے رہتے ہیں - ادھر کے باشندے ان مزارات کا بہت احترام کرتے ہیں - ان مزارات سے ذرا مشرق سڑک کے اتر جانب ایک اور قبر ہے لوگ اسکا بھی احترام کرتے ہیں مگر تفصیلی حالات کسیکو بھی معلوم نہیں - یزار و یتبرک بہما *

مرقد میر عطاء الرحیم مرحوم

یہ قبر عظیم پورہ جاتے ہوے راستہ پر ایک اونچے چبوترہ پر ہے - سڑک کے اتر جانب انہیں میر مرحوم کی بنائی ہوئی ایک چھوٹی سی مسجد تھی جو زلزلہ میں گر گئی تھی - حضرت صوفی سید خلیل اللہ نور اللہ مرقدہ نے پھر سے بنوادی ہے - مسلمانوں کی کوئی آبادی سامنے نہیں ہے تو نماز کیونکر

هو - میـر عطـاء الرحیـم مرحوم پرگنہ تورہ اور بلیـاتی کے زمیندار تـهے - ڈھاکہ میں حسینی دالان کے پچھم اونکا مکان تھا - اونکے نام کی ایک گلی 'میر عطا' کی گلی نامی تھی جو اب روجنی بوس کے نام سے نامزد ہوگئی ہے - میر صاحب مرحوم بہت مخیر رئیس تـهے - تقریـبا سو برس ہوے انکا انتقال ہوا - اب اونـکا کوئی وارث نہین ہے - زمیـنـداری بلیـاتی کے ساہوؤں کے پاس ہے •

گندھی کا مقبرہ

مسلـم یتیـم خانـہ کے پشت پر ایک بـڑا حظیـرہ ہے جو بخشو گندھی کا مقبـرہ کہلاتا ہے - اب صرف دو طرف کی دیوار رھگئی ہے - اوسکے اندر بخشو گندھی اور اوسکے خاندان کی قبرین تھین - بخشو گندھی کی ماں کے نام سے ایک گلی اب بھی محلہ چوڑی ھٹہ مین ہے مگر گمنام ہو رہی ہے - یہ شاہی عطـر بنانے والا تھا - اوسکے خاندان والے اب بھی موجود ہین •

پانچو خلیفہ مرحوم و مغفور

صبـح یوم یـک شنبـہ ۱۴ ذی حجہ سنــہ ۱۳۶۲ ھجـری ۱۱۳ برس کی عمر مین آپ نے وفات پائی - نام عبد العزیز تھا اور عرف پانچو خلیفہ - شاہ صوفی عمـر علـی کشمیری قادری سے مجـاز تـهے - کم علـم آدمی تـهے مگـر بہت پابنـد شریعت اور قران پاک اور نماز کے عاشق زار - ہر وقت لال باغ کی مسجد مین نماز یا قران خوانی مین مصروف رہتے - لال باغ کی مسجد کے ملحقـہ قبـرستان مین دفـن ہوے - اللہ پاک اونکـی تربت کو گلـزار رکھے - اس فقیر پر بھی مہربان تھے •

شاہ درویش علیہ الرحمۃ

مان ایشور لین میں یہ مزار راستہ کے کنارے ھے - ایک طرف راستہ ھے اور تین طرف ھندوؤنکے مکانات ھیں - سڑک کی جانب ایک رنگین چوبی کٹرہ لگا ھوا اور اوپر شامیانہ اور صحن بہت صاف ستہرا ھے - مزار کے بالمقابل ایک ھندو رھتا ھے، وھی خدمت کرتا ھے - اوسکے باپ دادے بھی اس مزار کے خادم تھے - اس ھندو مجاور نے مقامی ھندوؤں کے حملے سے اس مزار کو کئی مرتبہ بچایا اور فوجداری اور دیوانی کئی مقدمہ لڑا - یہ شخص نہایت خوش اعتقادی کے ساتھ خدمت کرتا ھے -

ھمارے ھندو ھم وطن بھی عجیب لوگ ھیں کہ زندوں کو مارنے پر آمادہ ھیں اور مردوں کو پوجتے ھیں •

اونٹ والے شاہ صاحب علیہ الرحمۃ

ایک صاحب میلا رنگ سرپر پریشان بکھری، گرمی جاڑے ھر موسم میں کمبل بدوش لونگی پوش، ایک اونٹ کی نکیل پکڑے پھرتے تھے - ھروقت مسکراتے رھتے مگر کسی سے بات نہیں کرتے، بالکل خاموش رھتے - میرے لڑکپن میں ڈھاکے آئے مگر کسیکو معلوم نہیں کہاں سے آئے اور کہاں کے رھنے والے تھے - چہرہ مہرہ سے معلوم ھوتا کہ بنگالھی کے تھے - تقریباً تیس برس ھوئے یا کچھ زائد کہ ایک دن دوڑتا ھوا ایک شخص میرے پاس آیا اور کہا کہ جلدی چلیئے اونٹ والے شاہ صاحب بہت بیمار ھیں وہ آپ کو بلا رھے ھیں - شاہ صاحب کے پاس نہ میں

کبھی گیا اور نہ وہ خود میری طرف کبھی آے - میں شاھراہ پر مطب بھی نہیں کرتا ایک کوچہ میں رھتا ھوں - مجھے حیرت ھوئی کہ ایک خاموش انسان نے آخر میرے متعلق کسطرح کہا ھوگا - جو شخص بلانے آیا تھا اوس سے میں نے ذرا تیز ھوکر پوچھا کہ شاہ صاحب نے مجھے ھی بلایا تم نے کیونکر جانا ؟ اوسنے جو جواب دیا میں اپنی زبان میں عرض کرتا ھوں - "شاہ صاحب نے مجھے اشارہ سے بتلایا یعنے ایک ھاتھ دوسرے پر رکھکر نبض دیکھی' پھر اشارہ سے بتلایا کہ یہ نبض دیکھنے والا عینک لگاتا ھے' پھر دونوں ھاتھ سر پر لیجاکر کج کرکے بتلایا کہ اسطرح کج توپی پہنتا ھے - میرا کرتہ دیکھا کر سمجھایا کہ رنگ صاف ھے - پھر اشارہ سے کہا کہ انکو لے آؤ' ڈھاکہ میں آپ (امروہہ کی) توپی کج کرکے پہنتے ھیں' چشمہ لگاتے ھیں' نبض دیکھتے ھیں - میں سواے آپ کے کسی دوسرے کو کیسے سمجھتا - دونوں ھاتھ جوڑ کے آپکی کشتی نما توپی بتلادی - آپکا رنگ بتلایا - چشمہ کی طرف اشارہ کیا - گویا تصویر کھینچدی" - یہ سنکر میں فوراً روانہ ھوا - وہ دولہ بیگ کی گلی میں ایک جھوپڑے میں ایک ٹاٹ پر پڑے ھوے تھے - مجھکو دیکھکر مسکرا کر اٹھہ بیٹھے - پھر میری طرف نبض بڑھا دی اور پیٹ کی طرف اشارہ کرکے بتلایا کہ دست آرھے ھیں - میں نے کہا 'دوا کھائیگا ؟' اشارہ سے فرمایا 'ھاں ایک بار کھاؤنگا' آسمان کی طرف اشارہ کرکے کہا 'یہی حکم ھے' - میں جب رخصت ھونے لگا تو ٹاٹ کے نیچے سے نکالکر مجھے ایک روپیہ عنایت فرمایا - میری عادت اللہ کے نام لینے والوں سے

کچھ لینے کی نہین ہے - مین نے کئی بار انکار کیا مگر اونہون نے اصرار کے ساتھ جیب مین ڈالدیا - مین نے دوا بھیجی، ایک خوراک دوا کھائی اور لیٹ گئے اور کچھ منٹ کے بعد ختم ہوگئے - انا للہ و انا الیہ راجعون •

مین یہ سمجھتا ہون کہ اونہون نے آخری سنت ادا کی اور تب ہی سے مجھکو یقین ہے کہ میری طبابت کی اللہ والون کے سرکار مین رجسٹری ہوگئی ہے -

یہ بھی میری خوش نصیبی ہے کہ اسکے بعد جتنے بزرگون کا انتقال ہوا سب کا آخری معالج مین ہی تھا - یعنے اون حضرات نے مجھے اپنی آخری خدمت کے قابل سمجھا -

اونکا مزار عظیم پورہ روڈ مین دائرہ کے دکھن کوئلہ شاہ صاحب کے مزار کے پہلو مین ہے - قدس سرہ •

کرپین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

'کرپین' بنگلہ زبان مین بخیل کو کہتے ہین • رواج ہے کہ جب کسیکی کوئی چیز چوری جاتی ہے تو اس مزار سے ایک اینٹ کھولکر کہین رکھہ دیجاتی ہے کہ چیز مل جائیگی تو پھر وہ اینٹ اپنی جگہ رکھدی جائیگی اور قبر پر قلعی پھیری جائیگی - غالباً اسلئے کہ کسیکی کوئی چیز چور نہین لیجا سکتا ہے اونکو کرپین کہنے لگے - اونکا مزار محلہ منیشر مین ہے - صاحب مزار کے بارے مین کچھ معلوم نہین ہوا اور نہ یہ معلوم ہوا کہ مذکورہ رواج کب سے شروع ہوا ہے •

حاجی سوپن مغفور

یہ صاحب چار ابرو کا صفایا کئے ایک گروا کرتہ اور گروا لنگی باندھے اپنے مکان محلہ گور شہید میں بیٹھے رہتے - وہ کبھی نواب سر عبد الغنی کے ملازم تھے - اونکو وہان سے مختصر پنشن ملتی تھی اوسی پر اوقات تھی - بہت کم آمیز تھے - لہجہ تلخ اور بلند تھا - طویل القامت رنگ گیہوان تھا - میں نے اونکو بہت لڑکپن میں دیکھا ھے - وہ رسول شاھی فقیر تھے - حضرت مولانا شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے بھی دیکھنے والون میں تھے - اونہوں نے بڑی عمر میں انتقال کیا - اپنے گھر کے صحن میں دفن ھوے - قبر پختہ ھے مگر اونکے جاننے والے بہت کم ھین اسلئے لوگ جاتے بھی بہت کم ھین *

کریم شاہ مرحوم

کریم شاہ جنھین لوگ داتا کہکر پکارتے تھے - گورکھپور کے رھنے والے تھے اور یہین بس گئے تھے - متاھل تھے' صرف ایک بیٹی کے باپ تھے - بڑے آزاد منش اور خوش تقریر شخص تھے - ایک لنگی' ایک کرتہ' سرپر بھری ننگے سر اور ھاتھ مین کبھی کبھی کچکول لئے نظر آتے - بیوقت کا پھل یا گرم گرم مٹھائی منگوا دینا یا اسی قسم کی دوسری شعبدہ گری کی وجہ جہلا اونکے عقیدت مند تھے - تقریبا ۳۵ برس ھوے انتقال کیا - ابھی اونکے دیکھنے والے بہت ھین مگر وہ بہت جلد گمنام ھو گئے - اونکی قبر سرکاری قبرستان جانے والی سڑک پر دکھن طرف ایک چبوترے پر ھے - اللھم اغفر لہ •

آگی میّا رحمۃ اللہ

تقریباً چالیس برس پہلے ایک مجذوب قلعہ لال باغ کے دکھن کمرنگی چر اور اوسکے اطراف مین نظر آتے تھے - اکثر کسی درخت کی ڈالی پکڑے جھولتے رھتے - اونکی باتین بہت کم سمجھ مین آتی تھین - زبان سے بہار کے رھنے والے معلوم ھوتے تھے - وہ جب کبھی کلام کرتے ابتدائے سخن 'آگی میا' کے جملہ سے ھوتا اسلئے لوگ اونکو آگی میا کہنے لگے - اونکی قبر محلہ غواص محل مین ھے *

کوئلہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ

بابو بازار کے چوراھے پر ایک فقیر صرف کمبل لپیٹے اور موٹا سا ڈنڈا ھاتھ مین لئے کھڑے رھتے - معلوم نہین نام کیا تھا' زبان سے معلوم ھوتا تھا کہ سلہٹی تھے - کوئلہ شاہ اسلئے کہاجاتا تھا کہ گھاٹ پر ایک کوئلہ کی دکان مین شب بسر کرتے تھے - یہ دکان مرحوم الہی بخش کی تھی جو میرے اسکول فیلو تھے - اھل حاجت کو یقین تھا کہ جسپر دوچار سونٹا پڑ گیا اوسکا کام ضرور بن گیا - وہ یون تو خاموش رھتے اگر کسی نے اونکو دق کیا یعنے اپنے مقصد کیلئے بہت کہا سنا تو پھر وہ خوب مارتے' دور دور تک دوڑا دوڑا کر مارتے - کوئی کچھ نذر دیتا تو ایک بنیا کی دکانپر جاتے اور روپیہ ھو یا پیسہ سب اوسکو دیکر دو چار کیلہ خرید لاتے اور کھاتے - مین نے لڑکپن مین اونکو بہت دیکھا ھے کہ مدرسہ کے انگلو پرشین ڈیپارٹمنٹ مین مین پڑھتا تھا اور وھان جمعہ کے دن

صبح کلاس ہوتا - سویرے گھر سے جانا بڑے مشکل کا سامنا
ہوتا کہ دکھن جانب کوئلہ شاہ ایک موٹی بانس کے سہارے بیچ
راستے پر کھڑے نظر آتے اور اتر جانب بحر شاہ بابا چیختے چلاتے
دیکھائی دیتے - دونوں کے درمیان سے گزرنا دشوار ہوتا اسلئے کچھ
انتظار کرنا پڑتا کہ دو چار ساتھی مل جائیں تو جائیں - میری
عادت تھی کہ اونکو سلام ضرور کرتا مگر وہ جواب دیتے یا نہیں یہ
دیکھنے کی ہمت کبھی نہیں ہوئی اور سچ پوچھئے تو یہ سلام
عقیدت سے نہیں ڈر سے کرتا تھا کہ کہیں مار نہ بیٹھیں - عظیم پورہ
کے احاطہ کے دکھن جو ایک مختصر سا قبرستان ہے وہیں اونکی
پکی قبر ہے •

ماڑی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

ماڑی شاہ نامی ایک فقیر نیم مجذوب حضرت صوفی سید
محمد دائم قدس سرہ کے خادم تھے - دستور یہ تھا کہ جتنے لوگ
پیر اور جمعرات کو دائرہ میں آتے خواہ وہ کسی درجہ کے ہوں سب
کیلئے لازمی تھا کہ لنگر کے مطبخ کیلئے جنگل سے لکڑی چن لائیں -
ماڑی شاہ صاحب اس خدمت کے منتظم تھے - حضرت قدس سرہ
کے بعد انہوں نے رحلت فرمائی - اونکا مزار سرکاری قبرستان
کے اندر پچھم جانب ایک کوٹھری میں ہے - ایک خادم بھی
موجود رہتا ہے - اس کوٹھری کے اتر ایک اور چھوٹی سی
کوٹھری ہے جو کمال منشی کی ہے - یہ پہلے عدالت میں کام
کرتے تھے - کسی وجہ سے عدالت چھوڑ کر جھاڑ پھونک کرنے لگے -

عورتین بہت آتین اور وہ رسالۂ بنگلہ نقش سلیمانی سے نقل کرکے تعویذ لکھتے - سواے بنگلہ کے اور کسی زبان سے واقف نہ تھے - بہت جلد گمنام ہو گئے حالانکہ اونکے انتقال کو تیس چالیس برس ہوے ہونگے •

مزار سدا سہاگن

نام مرزا جہانگیر بیگ ابن مرزا حسن بیگ تھا - دھلی کے رھنے والے تھے - پہلے تاجرانہ زندگی بسر کرتے تھے* - یہین شمشاد جان نامی ایک شریف زادی سے سنہ ۱۲۵۲ ھجری مین عقد کر لیا تھا - کبھی کبھی غائب بھی ہوجاتے تھے اخیر مرتبہ گئے تو سدا سہاگن بنکر آے - وہ صاحب اولاد تھے - وفات سے تقریباً پندرہ برس پہلے یہ بانا اختیار کیا تھا - اونکی قبر

* ان صاحب کا ایک گھوڑا تھا جو اونکی زندگی ھی مین سفر آخرت پر روانہ ہو چکا تھا اوسکی کچی قبر اونہون نے اپنے قیام گاہ کے سامنے بنادی تھی اب یہ قبر مکان ۲۰ نمبر حسینی دالان روڈ کے اندر آ گئی ھے - اچھا ہوا کہ بے نشان ہو گئی ورنہ کچھ دن بعد اسپر بھی چڑھاوا چڑھنے لگتا - ایسی ھی ایک قبر نواب نصرت جنگ کے گھوڑے کی چاندماری کے ٹیک کے پیچھے تھی لوگ اوسپر بھی فاتحہ پڑھتے تھے - یہ قبر ٹیک کے پیچھے جو مکانات بنے ھین اسمین غائب ہوگئی - اس سے بڑھکر سنئے کہ اسی قبر کے قریب ایک اور پکی قبر تھی اوسپر تو فاتحہ کے علاوہ پھول اور دونے سب ھی چڑھتے تھے - یہ ایک یہودی کی قبر تھی - پائین ایک پتھر بھی نصب تھا جسمین عبرانی اور انگریزی مین اوسکا نام و سنہ انتقال درج تھا - انگریزی مین یہ بھی لکھا تھا کہ ڈھاکہ مین یہودیون کا گورستان نہونے کیوجہ سے اسے یہان دفن کیا گیا ھے •

بھاٹ کی مسجد کے دکھن بانی مسجد کی قبر کے پہلو میں بر سر راہ ہے یہین اونکے معتقدین کی جماعت بستی تھی اور انہین اطراف مین اخیر اخیر خودبھی رہنے لگے تھے اگرچہ پہلے وہ حسینی دالان کے اطراف مین رہتے تہے - یہین اونہون نے رحلت بھی کی -

حضرت مولانا محمد شاہ اخونزادہ قدس سرہ

نسباً فاروقی تھے اور وطناً موضع چنگلئی خودوخیل علاقہ یوسف زئی یا غستان کے اخونزادہ تھے - اس خاندان کے مورث اول عرب سے آے اور موضع توتالی مین قیام فرمایا جہان حاجی خوشحال بابا کا مزار مشہور ہے - پھر حاجی سالک بابا موضع چنگلئی مین تشریف لاے وہ خود اور اونکے صاحبزادے حافظ بابا کے مزارات آج بھی مرجع خلائق ہے اور ملک یوسف ئری مین چنگلئی کے اخونزادے ان حضرت کی فرزندی کیوجہ سے نہایت معزز و محترم مانے جاتے ہین -

حضرت نے پہلے متوسطات تک اپنے اطراف کے اساتذہ سے پڑھی پھر علیگڑہ آے اور کچھ دنتک حضرت استاذ الاساتذہ مفتی لطف اللہ کی خدمت مین تحصیل کمال کرتے رہے پھر لکھنؤ آے اور حضرت استاذ الھند مولانا عبد الحی فرنگی محلی رحمۃ اللہ کی خدمت مین دو برس تک تحصیل کمال کیلئے رہے - وہانسے ڈھاکے آے کہ یہان اونکے رشتہ کے ماموں مولانا محمد نعمان صاحب رحمۃ اللہ موجود تھے جو حضرت مولانا لکھنوی کی اجل تلامذہ میں سے تھے اور میر غلام مصطفی صاحب مرحوم کی صاحبزادی کو حبالۂ نکاح مین لاکر ڈھاکہ کو وطن بنا چکے تھے - مولانا مرحوم نے آپ کو بھی حاجی

حسن علی صاحب مرحوم مغفور کی صبیہ رضیہ سے عقد کراکے ڈھاکہ میں ھمیشہ کیلئے رکھہ لیا -

آپ قادری مجددی طریقہ کے شیخ تھے - ساری زندگی سوائے مشاغل دینی کے کوئی شغل نہیں فرمایا ھاں تجارت کے طرف میلان خاطر تھا کہ رزق حلال کا ذریعہ ھے - کبھی فارسی شعر بھی فرما لیتے تھے - بہت خوشخط تھے اور یہ قیام لکھنؤ کی برکت تھی - بڑے خوش تقریر واعظ' بیحد حلیم اور متواضع' بڑے مہمان نواز بہت ذی حوصلہ' غیرون کے ساتھ بھی حسن سلوک سے پیش آتے تھے - ایک متوسط الحجم کتاب جنت الفردوس نامی اردو مین تصنیف فرمائی تھی جو میرے ذخیرہ مخطوطات مین موجود ھے - آپکے دست گرفتہ ڈھاکہ اور آسام مین بیشمار لوگ تھے - اپنے وطن سے بھی تعلقات برابر قائم رکھتے تھے - بہت مختصر علالت مین بتاریخ ۲۹ ستمبر سنہ ۱۹۱۳ع سفر خلدبرین اختیار فرمایا - اخیر وقت تک ذاکر و شاغل رھے - حضرت صوفی شاہ سید خلیل اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے جنازہ اپنے دائرہ مین منگوا کر اپنے انتظام سے اپنے احاطہ مین دفن فرمایا کہ آپ دونوں مین ابتدائے جوانی سے بڑی محبت تھی جو مرتے دم تک قائم رھی اور آج بھی اتحاد روحانی ھے -

صرف دو یادگار چھوڑی ایک یہ ننگ اسلاف مسودواوراق اور دوسرے قاضی عزیز الرحمن سلمہ خداوند تعالے دونون کو اعمال صالحہ کی رغبت عطا کرے اور افعال نامرضیہ سے بچنے کی توفیق مرحمت فرمائے - آمین

روپ گنج اور کالی گنج کے تھانون سے لوگ اب تک زیارت کیلئے آتے رھتے ھین اور فیض پاتے ھین کہ ان اطراف مین آپ کے دست گرفتہ بہت تھے - اللہ پاک اونکی تربت پر اپنی رحمت کا مینہ ھمیشہ برساتا رھے اور اس نابکار کو اونکے قدمون مین بسنے کی عزت عطا فرمائے ●

مقبرۂ ملحق مسجد لال باغ

لال باغ کی فرخ سیری مسجد کے ساتھ ایک علیحدہ محوط قبرستان ھے جو اسی صدی مین بنا ھے - سب سے پہلے یہان مولانا عبید اللہ العبیدی سپرنٹنڈنٹ مدرسہ محسنیہ المتوفی سنہ ۱۳۰۱ ھجری اور اونکے بعد مولانا محمد نعمان المرحوم المتوفی سنہ ۱۳۰۲ھ تلمیذ حضرت استاذ الکل مولانا عبد الحی فرنگی محلی اور اونکے بعد مشہور واعظ مولوی قدرت اللہ المتوفی سنہ ۱۸۸۹ خلیفہ مولانا کرامت علی جونپوری رحمۃ اللہ علیہم دفن ھوے - اسکے سوا اور بھی چند لوگ یہان دفن ھوے ھین - سب سے اخیر پانچو خلیفہ مغفور یہان دفن ھوے جنکا ذکر اپنی جگہ ھو چکا ھے ●

حضرت شاہ صوفی سید خلیل اللہ قدس سرہ نے والد ماجد مرحوم کی وفات کے دوسرے دن ھی ارشاد فرمایا کہ پائین ایک قبر کی جگہ خاص ھے یہ مین تجھکو دیتا ھون چنانچہ یہ جگہ تب سے اب تک محفوظ ھے اور سجادہ نشین حال بھی اسکی حفاظت فرما رھے ھین مگر خداھی جانتا ھے کہ کب یہان آؤنگا - ھان اتنا جانتا ھون کہ اب دن قریب آگیا ھے صرف خاک گور کی کشش پرزور ھونے کی ضرورت ھے ●

قلعۂ اورنگ آباد کی قبرین

قلعہ اورنگ آباد جسے عوام الناس لال باغ کا قلعہ کہتے ھین ایک ناتمام عمارت ھے - شہزادہ محمد اعظم نے اسے بنوانا شروع کیا تھا لیکن وہ شاھی طلب پر دکن روانہ ھوگیا اور جاتےھوے اپنے خسر نواب شائستہ خان کو اس تعمیر کا ذمہ دار کیا گیا لیکن دوران تعمیر مین اعظم کی بیگم ایران دخت نے رحلت کی اس وجہ سے یہ تعمیر منحوس سمجھی گئی اور قلعہ ناتمام چھوڑ دیا گیا اور نواب شائستہ خان نے صرف ایران دخت کا روضہ بنوا دیا جو بنگال کی تمام مغلیہ عمارت مین بہت ھی خوبصورت عمارت ھے - چارون طرف کمرے ھین اور چار کونے پر برج اور بیچ کے دالان کا فرش سراسر سنگ مرمر کا ھے - ایران دخت کی قبر پر سنگ باشی کا تعویذ ھے - مدت تک یہ روضہ عالم کس مپرسی مین رھا حتی کہ طلائی گنبد تک اپنی آب و تاب کھو چکا - اب تحفظ عمارت قدیم کے قانون کے ماتحت کچھ مرمت ھو گئی ھے ۔

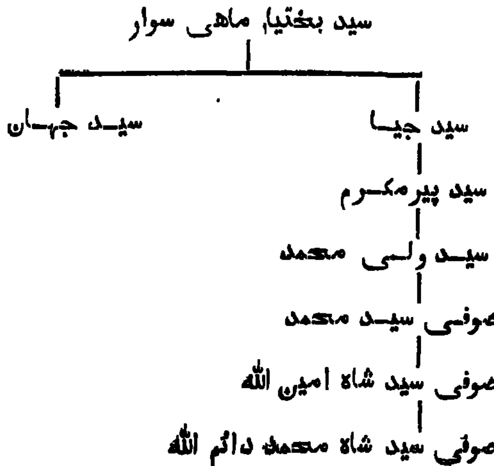
اسکے ایک برج کے نیچے بیگم کی کوئی رشتہ‌دار خاتون شمشاد بیگم نامی مدفون ھین اور صحن‌مین سر بلند خان کی قبر ھے - یہ حق بندے خان کے بیٹے ھین اور حق بندے خان خدا بندے خان کے بیٹے تھے - کہا جاتا ھے کہ یہ شائستہ خان کے نواسہ تھے (و اللہ اعلم) خدا بندے خان اور حق بندے خان کی قبرین اتر جانب کی دیوار کے قریب سڑک سے متصل ھین -

افسوس ہے کہ روضہ مذکورہ کے اندر مدتوں متصوفین ڈھاکہ قوالی کراتے رہے اور حال قال کی مجلس جماتے رہے - اب سرکاری ممانعت کیوجہ یہ موقوف ہے ۔

مزارات دائرۂ عظیم پورہ

شہزادہ عظیم الشان کے نام پر یہ محلہ عظیم پورہ کہلاتا ہے - عظیم الشان اور مرشد قلی خان کی خانہ جنگی کے بعد جب ڈھاکہ ویران ہوا تو یہ محلہ بھی اجڑ گیا - اسی ویران حالت میں صوفی سید شاہ محمد دائم اللہ رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور یہیں حصور ہو گئے پھر کبھی اس دائرہ سے باہر نہیں نکلے ۔ میرے علم میں بنگال میں بس یہی ایک دائرہ ہے جہاں کے سجادہ نشین سوائے حج کے اپنے دائرہ سے کبھی باہر نہیں نکلتے اور ہمیشہ حصور رہتے ہیں -

صوفی سید محمد دائم اللہ رحمہ اللہ علیہ حضرت بختیار ماہی سوار کے اولاد میں سے ہیں - مجھے جو شجرہ ملا ہے وہ یوں ہے :—



مگر یہ شجرہ یقیناً نامربوط ہے کیونکہ حسب اصول مسلمہ مورخین حضرت بختیار سے آپ تک دو سو برس کی مدت ہوتی ہے اسلئے ضرور ہے کہ اور کچھ نام چھوٹ گئے ہوں کیونکہ کہا جاتا ہے کہ حضرت بختیار بغداد سے ۵۰۰ برس پہلے چاٹگام میں آئے ہیں۔ سیدجیا کے نام کے ایک بزرگ کا ذکر احادیث الخوانین میں موجود ہے مگر وہ شاید یہ شجرہ والے سید جیا نہیں ہیں۔ بہرحال حضرت صوفی سید محمد دائم صاحب نے پہلے اپنے وطن چاٹگام میں صوفی شاہ نعمت اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت فرمائی۔ وہ چاٹگام میں مشہور صاحب خانقاہ تھے اور طریقۂ نقشبندیہ * مجددیہ میں حضرت صوفی شاہ عبد الرحیم شہید رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ جب وہاں کشود کار نہیں ہوا تو آپ پیر کی اجازت سے ڈھاکہ آئے اور حضرت شاہ عبد الرحیم شہید کی خدمت میں حاضر ہوے مگر یہاں ارشاد ہوا کہ تم پٹنہ جاؤ کہ تمہارا حصہ شاہ منعم پاکباز قدس سرہ کے یہاں ہے۔ چنانچہ وہ کشتی پر پٹنہ پہونچے اور حضرت منعم پاکباز قدس سرہ کی خدمت میں تحصیل کمالات اور طے منازل سلوک کرکے اور مجاز طریقت بذکر ڈھاکہ تشریف لاے اور محلہ عظیم پورہ میں حصور ہو گئے۔

---

* تاریخ ڈھاکہ میں یہی درج ہے لیکن احادیث الخوانین میں انہیں قادریہ لکھا ہے مگر میری راے میں یہ بعید نہیں کہ وہ دونوں طریقوں کے حامل ہوں۔

ڈھاکہ پہونچنے کی صحیح تاریخ بتلانا دشوار ھے لیکن اونکی بنوائی ھوئی مسجد کی تاریخ سے معلوم ھوتا ھے کہ آپ نے سنہ ۱۱۹۰ میں اسکی بنیاد رکھی ھے اور سنہ ۱۱۹۳ میں وہ بنکر طیار ھوئی - قدیم کتبہ کی نقل ملاحظہ فرمائیے :—

شاہ صوفی رھنماے عارفان مالک دل مقتداے عاشقان
بہر دین تعمیر این مسجد نمود خانۂ رب سجدہ گاہ صوفیان

اس سے معلوم ھوتا ھے کہ بارویں صدی کے اخیر آپ تشریف لاے ھین - آپکی طرف نہایت رجوع خلائق ھوا اور دور دور سے لوگ آنکر مستفیذ ھونے لگے - آپ نہایت پابند شرع بزرگ تھے - اب آپکے عہد کی کوئی عمارت سواے مسجد کے اس خانقاہ مین باقی نہین ھے مگر یہ معلوم ھے کہ آپکے عہد ھین اس خانقاہ مین بہت کثرت سے طلاب علم رھتے تھے - اور علماء اونکے درس و تدریس کیلئے مقرر تھے - لنگر بھی جاری تھا اور طالبان علم دین کھانا کپڑا خانقاہ سے پاتے تھے - آپ سماع با مزامیر کبھی نہین سنتے تھے اور اسکے عوض قال اللہ و قال الرسول سے دائرہ گونجا کرتا تھا - یہ یاد رکھئے کہ دائرہ کے حدود مین خوندکار صاحب کی مسجد اور عظیم پورہ کا میدان قدیم الایام سے شامل ھے اگرچہ چہاردیواری سے یہ دونون باھر ھین - حضرت صوفی صاحب قدس سرہ متاھل تھے - مگر مجھے یہ تحقیق نہین ھے کہ آپ نے شادی کہان اور کس خاندان مین کی تھی گو بظاھر ایسا معلوم ھوتا ھے کہ ڈھاکہ تشریف لانے کے بعد آپ متاھل ھوے کیونکہ

آپ کے بڑے صاحبزادے بھی آپ کے وصال کے وقت بہت کمسن یعنی صرف چودہ سال کے تھے -

آپکا وصال غرۂ شعبان المعظم روز یک شنبہ سنہ ۱۲۱۴ھ مین هوا - مزار گنبد کے اندر ہے - هر سال صاحب سجادہ عرس کرتے هین مگر گانا بجانا نہین هوتا ہے - قران پاک، میلاد خوانی اور اطعام طعام پر اکتفا کیا جاتا ہے -

آپ کے دو صاحبزادے تھے اور ایک صاحبزادی - بڑے صاحبزادے حضرت صوفی سید احمد اللہ سجادہ نشین هوے مگر اونکی تعلیم و تربیت صوفی روشن علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی - ان سے بھی لوگون کو بہت فیض پہونچا - آخر بمرض دق ۵ شوال سنہ ۱۲۳۰ھ مین رحلت فرمائی اور اپنے والد ماجد کے پہلو مین دفن هوے *

ضرورت ہے کہ پہلے حضرت شاہ روشن علی رحمۃ اللہ علیہ کا حال پیش کردین - حسب روایت کیفیت العارفین وہ سرکار کمپنی مین ملازم تھے اور همیشہ حضرت شاہ سید دائم رحمۃ اللہ علیہ کے یہان حاضر هوتے رهتے تھے حتی کہ مرید هونے کے کچھ دن کے بعد خلعت خلافت اور خلعت دامادی سے بھی مشرف هوے - یہ معلوم نہین هوا کہ آپ کہان کے باشندہ تھے مگر دائرہ کی روایت ہے کہ دهلوی تھے -

حضرت صوفی صاحب کی رحلت کے وقت جیساکہ ذکر هوا بڑے صاحبزادے حضرت صوفی احمد اللہ بہت کم سن یعنی صرف ۱۴ برس کے تھے - اونکو گو بیعت اپنے والد ماجد سے

تھی مگر حسب وصیت مرشد تربیت و تعلیم صوفی روشن علی صاحب سے ملی - صوفی روشن علی صاحب کا اس خاندان کے ساتھ وہ برتاو ھے جو کہیں کم نظر آتا ھے - دوسرے صاحبزادے جنکا اسم گرامی شاہ سید لقیت اللہ ھے وہ اپنے والد ماجد کی رحلت کے وقت صرف ۹ برس کے تھے- اونکی تعلیم و تربیت سب حضرت صوفی روشن علی صاحب نے فرمائی اگرچہ بچپن میں بوقت وفات اپنے والد ماجد سے رسماً بیعت ہوچکے تھے -

صوفی روشن علی رحمۃ اللہ علیہ کے وقت سے چھوٹے دائرہ کی بنیاد پڑی - اونہوں نے بتاریخ ۹ ربیع الاول سنہ ۱۲۳۸ ھجری رحلت فرمائی اور اپنے خسر و مرشد کے قبّے میں دفن ہوے - ان سے دور دور تک فیض پہونچا - اونکے مشہور خلفاء شاہ سید لقیت اللہ، شاہ غلام حسین بیتھوی، صوفی دلاور علی شاہ کشمیری ھیں رحمۃ اللہ علیہم اجمعین *

صوفی روشن علی رحمۃ اللہ کی جگہ صوفی سید شاہ وجہ اللہ ابن حضرت صوفی سید شاہ احمد اللہ سجادہ نشین ہوے، وہ سنہ ۱۲۸۲ ھ تک بقید حیات رھے، آپ زبردست عالم تھے - کیفیت العارفین میں لکھا ھے کہ انہوں نے طریقۂ مجددی اختیار کر لیا تھا - اون سے وحدت الشہود پر ایک رسالہ یادگار ھے - بڑے مضبوط دلائل کے ساتھ وحدت الوجود کی تردید فرمائی ھے - یہ رسالہ میرے مخطوطات کے ذخیرہ میں موجود ھے *

آپ نے مکہ معظمہ مین بتاریخ ۱۰ محرم الحرام سنہ ۱۲۸۲ھ۔ رحلت فرمائی - آزاد مرحوم نے تاریخ فرمائی :—

شاہ وجہ اللہ یکتاے زمان واصل حق
رفت در مکہ محیہ چون از دار فنا
کلک آزاد رقم کرد سن رحلت سال
شمس بنگالہ برفت آہ ز اوج فنا.

حضرت صوفی سید وجہ اللہ رحمۃ اللہ حصور نہ تھے، اسلئے اونکا عرس بڑے دائرہ مین نہین ہوتا ھے - آپ کے ایک صاحبزادے تھے سید عاشق اللہ نام مگر اونہون نے لا ولد قضا فرمائی -

صوفی سید شاہ احمد اللہ رحمۃ اللہ کے تین صاحبزادے تھے - ایک سید وجہ اللہ جنکا ذکرخیر ابھی ھوا ھے - دوسرے سید صوفی نور اللہ المتوفی ۳ رجب سنہ ۱۳۰۸ ھجری، جنکے بیٹے تھے سید عظمت اللہ عرف کامو میان، جنکا انتقال دو برس ھوے ھوا ھے اور تیسرے قائم اللہ جو لا ولد گزرے - شاہ سید نور اللہ کے عہد مین سارا املاک برباد ھوگیا اور اسطرح چھوٹا دائرہ عملاً ختم ھوگیا۔ حیرت ھے کہ بڑے دائرہ کے بالکل پشت پر اور مشکل سے ۵۰ قدم کے فاصلہ پر چھوٹے دائرہ مین بھی ایک دالانی مسجد بنگئی ھے مگر اب نہ مؤذن ھے نہ امام اور نہ مصلی -

حضرت صوفی سید احمد اللہ رحمۃ اللہ کے وصال کے بعد اونکے چھوٹے بھائی سید شاہ لقیت اللہ رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین ھوے اور بائیس برس تک لوگون نے اونسے فیض پایا - آپ نے سنہ ۱۲۴۲ ھجری مین سفر حج فرمایا اور اوسکے دس برس بعد

سنہ ۱۲۵۲ھ میں رحلت فرمائی - آپ حضرت صوفی روشن علی صاحب کے خلیفہ تھے - آپ اپنے باپ دادا کے ساتھ گنبد میں مدفون ہیں - آپ کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے صوفی سید شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ سجادہ نشین ہوئے - آپ حسن باطنی کے ساتھ حسن ظاہری کے بھی حامل تھے - (میں نے دائرہ میں آپ کی ایک تصویر قلمی دیکھی ہے) - آپ عنفوان شباب کیوجہ اپنے آبائی اشغال کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے - یہ خبر سنکر صوفی دلاور علی شاہ رحمۃ اللہ تشریف لائے اور اونکے توجہات گرامی سے وہ اپنے والد ماجد کے صحیح قائم مقام بنے - آپ سے بھی بہت لوگوں نے فیض پایا - ۲۰ رمضان المبارک سنہ ۱۳۰۱ ہجری میں انتقال فرمایا اور اپنے آبا و اجداد کے گنبد میں مدفون ہوئے آپ کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے اور میرے مخدوم حضرت صوفی سید شاہ خلیل اللہ رحمۃ اللہ زیب سجادہ ہوئے - بزرگ صورت بزرگ منش اور بزرگوں کے قدم بقدم چلنے والے تھے - حضرت والد ماجد کے خاص کرم فرما اور مجھپر باپ کے طرح مہربان اور شفیق تھے - آپ فن تعمیر سے بڑی دلچسپی رکھتے تھے، چنانچہ اب جتنی عمارتیں دائرہ میں نظر آتی ہیں، سب کی سب حضرت ہی کی تعمیر کردہ ہیں - آبائی گنبد میں جگہ باقی نہیں رہی تھی، آپنے اوسے توڑ کر تین گنبد کا روضہ بنوایا - مسجد کا دھرا برآمدہ بنوایا - خانقاہ کی عمارت بوسیدہ ہوگئی تھی پھر سے تعمیر فرمائی - مہمان خانہ بنوایا - ڈیوڑھی بہت شاندار بنوائی - وضو کیلئے بہت وسیع اور

گہرا حوض بنوایا - میں اکثر حاضر ہوتا تھا - ایک واقعہ سنئے - خبر آئی کہ آپ سیڑھی پر سے گر گئے ہیں' میں فورا گیا - آپ سوء القنیہ میں مبتلا تھے اور ڈیوڑھی (نوبت خانہ) بن رہی تھی - آپ باڑہ پر چڑھکر استکاروں کی نگرانی فرما رہے تھے - دھوپ تیز تھی' یکایک چکر آیا اور نیچے گر پڑے' سخت چوٹ آئی - میں جب پہونچا تو ہوش آ گیا تھا - عرض کیا کہ حضرت کو اس حالت‌مرض میں اتنی مصروفیت اور تکلیف فرمانی‌مناسب نہ تھی- فرمایا کہ "میاں مجھے یہ برداشت نہیں کہ سامنے جو بت خانہ ہے اوسکا نوبت خانہ دائرہ کے نوبت خانہ سے بلند ہو جاے' یہ میری غیرت قبول ہی نہیں کرسکتی' وہ بت‌خانہ ہے اور یہ اسلام خانہ - اسکی باطنی اور ظاہری دونوں سربلندی قائم رہنی چاہئے" - ایک دن ارشاد ہوا کہ میاں ۴۰ برس ہو گئے باپ دادا کے گدی پر بیٹھا ہوں مگر اللہ کا راستہ پوچھنے لوگ کم ہی آتے ہیں جو آتا ہے جھاڑ پھونک' تعویذ طومار کیلئے آتا ہے - ڈھاکہ کے بزرگوں اور خاندانوں سے بہت زیادہ واقف تھے - اور اپنے بزرگوں کے وضع کے بہت پابند - آپ سے بھی ایک اردو رسالہ تحفۂ اسرار خلیل نام مطبوعہ یادگار ہے - آپ نے از خود ایک جلد مجھے اجازت نامہ کے ساتھ مرحمت فرمائی تھی جو میرے کتب‌خانہ کیلئے باعث خیر و برکت ہے - ڈھاکہ کے قدیم شرفاء کے طرح آپ خود بہت عمدہ کھانا پکاتے تھے اور باوجود شدید مصروفیت کبھی‌کبھی‌ضرور پکاتے اور مجھے بھی یاد فرماتے - اپنے ہاتھ سے کام کرنےمیں اونہیں مطلق عار نہیں‌تھا بہت اچھے قادر انداز تھے•

آپ نے ۱۴ جمادی الاول سنہ ۱۳۳۹ھ میں رحلت فرمائی اور اپنے بزرگوں کے قبہ میں آسودہ ہوے - آپ کے بڑے صاحبزادے صوفی سید شاہ لقیت اللہ صاحب سجادہ نشین ہیں - وہ بھی اپنے بزرگوں کے طرح متوکل اور حصور ہیں - اللہ پاک سلامت باکرامت رکھے - اونکا ایک اور چوٹا بھائی تھا اون سے سب کو بڑی امیدیں تھیں - جوانی میں ایک لڑکا مولوی سید عبد المنعیم نامی چھوڑ کر قضا فرمائی اور اسی گنبد میں دفن ہوے -

حضرت صوفی سید شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ کے اور بھی دو بھائی تھے - ایک صوفی سید شاہ حفیظ اللہ مغفور - میں نے لڑکپن میں اونکی زیارت کی ہے - سرخ و سفید نورانی صورت پاؤں سے معزور بزرگ تھے - ایک کوٹھری میں تشریف فرما رہتے - سامنے اقسام رنگ کی دواتیں رکھی رہتیں اور دن بھر درود لکھتے رہتے - درود کا ایک رسالہ آپ نے چھپوایا بھی تھا اور مجھے بھی ایک نسخہ عنایت فرمایا تھا - مخصوص لوگ حاضر ہوا کرتے - اونہیں کے صاحبزادے تھے مولوی صوفی سید شاہ عبید اللہ متخلص بصوفی - اخیر اخیر میں یہ بھی خانہ نشین ہو گئے تھے - اون سے اردو مونثات سماعی پر ایک رسالہ مطبوعۂ لکھنؤ تہذیب اللھجات نام یادگار ہے - شاہ حفیظ اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۱ ذی حجہ سنہ ۱۳۱۴ ہجری میں اور شاہ سید عبید اللہ صاحب نے ۸ ربیع الاول سنہ ۱۳۵۳ ہجری میں رحلت فرمائی - صحن گنبد میں یہ دونوں حضرات آسودہ ہیں -

اس خانقاہ کے ساتھ ایک مخصوص قبرستان ہے جہاں بڑے بڑے اکابر مدفون ہیں چنانچہ شمس العلماء مولانا عبد السلام فرید

پوری' مولوی حاجی عبد الکریم خاکی مصنف کتب متعددہ'
میرے والد ماجد حضرت مولانا محمد شاہ اخونزادہ اور مولوی
ابو موسی احمد الحق عثمانی وغیرھم بہت سے عالم و بزرگ یہاں
آسودہ ھیں -

اس خانقاہ یا دائرہ کی یہ خصوصیت اب تک قائم ھے کہ
صاحب سجادہ سواے حج کے کبھی دائرہ سے باھر قدم نہیں رکھتا ھے
اور یہ حسن ادب بھی قدیم وضع داری کا طرّہ امتیاز ھے چونکہ حضرت
صوفی سید محمد دائم قدس سرہ العزیز شروع میں شاہ عبد الرحیم
شہید کی خدمت میں بغرض استفادہ حاضر ھوے تھے اسلئے یہ رسم
چلا آتا ھے کہ اس خانقاہ سے ایک شمع اور ایک روپیہ حضرت شہید کے
ھر عرس پر بھیجا جاتا ھے (شاید اب کسی وجہ سے بند ھو -)

اس خانقاہ میں بزرگوں کا اندوختہ ایک کتب خانہ بھی ھے
جسمیں بہت سے نوادرات کے سوا ایک بہت ھی پاکیزہ خط مطلا
مذھب قران پاک بھی ھے جسمیں ڈھاکہ کے تمام قضات کی
(از عالم گیر تا شاہ عالم) مہریں ثبت ھیں - بہت نایاب
نسخہ ھے - اور تصنیف و تالیف کا سلسلہ جو حضرت صوفی سید
وجہ اللہ سے شروع ھوا ھے اب تک جاری ھے' چنانچہ موجودہ
سجادہ نشین نے بھی اپنے بزرگوں کا حال 'مژدۂ فضل حق' نام
اردو میں لکھکر چھپوا دیا ھے اور اونکے صاحبزادے اور ولی عھد
مولوی صوفی سید فیض اللہ' اعطاہ اللہ مایتمناہ بھی ایک چھوٹے
سے رسالہ کے مولف ھیں - اس خانقاہ میں اب تک جتنی
تصانیف ھوئی ھیں سب کا ذکر میری کتاب ثلاثہ غسالہ میں
درج ھے - من شاءفیرجع الیہا •

مزار کوچہ عظیم پورہ

اگر چودھری بازار کی طرف سے عظیم پورہ جائین تو داھنے جانب سڑک کے کنارے دومنزلہ مسجد کے سیڑھیون کے سامنے ایک قبر نظر آتی ھے - یہ فاضل افغان بانئ مسجد کی قبر ھے - مسجد سنہ ۱۱۲۱ ھجری مین بنی ھے جسکا ذکر میرے رسالہ 'مساجد ڈھاکہ' مین ملیگا •

مزار محاذی قلعۂ اورنگ آباد

قلعہ کی دکھن جو سڑک ھے اسکے اتر ایک مختصر احاطہ کے اندر دو پکی قبر نظر آتی ھے ان مین ایک منشی محمد لال اور دوسری اونکی بیوی کی ھے - منشی محمد لال کا مکان بھی یہین تھا - اونہین کے پوتے تھے منشی آفتاب الدین محمد مرحوم جو کونی پاڑہ مین جا بسے تھے - اونہین کے لڑکے ھین منشی شہاب الدین محمد جو کھیل گاؤن یونیـن بورڈ کے صدر ھین - خدا زندہ اور خوش رکھے •

مزار نور الدین حسین

شاہ باغ کے اندر جو گول تالاب ھے اسکے مشرقی جانب ایک بارہ دری ھے اس مین اونکی قبر ھے - یہ نواب نصرت جنگ کے یہان محرم کے زمانے مین کتاب خوانی کرتے تھے اور شاہ نورا کہلاتے تھے - یہان اونکی بہت سی زمین تھی اور یہ محلہ بازار نور خان کہلا تا تھا - اونکے بیٹے نے ساری زمین نواب سر عبد الغنی کے پاس فروخت کرتے ھوے یہ شرط کرالی کہ اونکے باپ کی

قبر پر ایک پختہ بارہ دری بنادی جائے - اونکی اولاد سب کی سب اہل سنت ہے مگر اونکے پوتے کو مین نے دیکھا کہ بھنیال مرثیہ' مرثیہ خوانون کو لکھ کر دیتے تھے اور منشی غــلام مولی مرحوم کو یہ شوق اونھون نے ھی دلایا تھا - بھنیال مرثیہ درحقیقت یہان مرشدآباد سے آیا ہے - جسے نواب نصرت جنگ وھان سے لاے ھین میر شیــر علی افسوس نے بھی اسکا ذکر کیا ہے - صرف کتاب خوانی سے نورا شاہ کو شیعــہ قرار نہین دیا جاسکتا کہ اوس عهـــد مین محمد حسین عاصی تخلص ایک شاعر گزرے ھین وہ بھی کتاب خوان تھے اور اسی سرکار مین ملازم تھے مگـر بالتحقیق معلوم ہے کہ وہ سنی تھے اور نواب نصرت جنگ کا خاندان اگرچہ قمی الاصل تھا لیکن اوس عهدکی شیعیت اتنی متعصب نہ تھی بلکہ خود نواب نصرت جنگ بھی سنیون سے بہت مراسم رکھتے تھے اور بہت سے سنی اونکے سرکار مین ملازم تھے - و اللہ اعلم بحقیقت الحال ٭

شاہ صاحب از مسجد گور شهید

نام کسی کو بھی معلوم نہین - اونکو خط لکھنے کی عـادت بہت تھی اور وہ جب کسی کو خط لکھتے تو دستخط کی جگــہ "از مسجد گور شهید" لکھتے تھے - اسلئیے لوگ اونکو "شاہ صاحب از مسجد گور شهید" کہنے لگے - وہ یو-پی کی دیہات کے رھنے والے معلوم ھوتے تھے - آدمی کم‌سواد تھے مگر بہت ھوشیار اور کاروباری شخص تھے - تقریباً پینتالیس برس ھوے وہ مسجد گورشهید کے تحتی کمرون مین آنکر رہے - اوس عهد مین یہ مسجد بالکل ویران

تھی اور اطراف بھی خاصہ ویران تھا - تقریبا سنہ ۱۹۱۲ع میں
کسی طرح وہ نواب سر سلیم اللہ مرحوم کے یہاں پہونچے - نواب
مرحوم کو ایک بیماری تھی کہ سال دو سال اور کبھی مہینہ
چھہ مہینہ کے اندر ایک کو چھوڑ کر دوسرےکسی شاہ جی کے معتقد
ہو جاتے تھے - انکا زمانہ سب سے طویل ہوا یعنے تقریباً اڑھائی
سال دور دورہ رہا - اخیر میں ان سے بھی بے اعتقاد ہو گئے تھے
مگر ایک خاص وجہ سے رسم جاری تھا اور نواب رسی کیلئے اون
تک لوگ بھی پہونچتے رہتے تھے -

مسجد مذکور کے پورب بانیۂ مسجد کی قبر ہے - اس قبر کے
پہلو میں شاہ جی مذکور کو بھی دفن کیا گیا -

نواب مرحوم کے بعد بھی کچھ دنوں یتیم خانہ کے وہ منتظم رہے،
مگر جب یتیم خانہ جو درحقیقت نواب مرحوم کی زندگی ہی میں
خواجہ عزیز اللہ مرحوم نے بنایا تھا ایک مضبوط انتظامیہ کمیٹی
کے ہاتھ میں آگیا تو بچارے زندگی ہی میں بے نام و نشان
ہو گئے - ابھی کوئی دس گیارا برس ہوے اونکا انتقال ہوا -
اللہ مغفرت فرمائے ٭

گور شہید یا گھوڑا شہید

یہ جو سر سلیم اللہ یتیم خانہ کے دکھن پورب سر راہ ایک پکی
قبر نظر آتی ہے میں نے اپنے لڑکپن میں یہاں کوئی پکی قبر نہیں
دیکھی تھی، یوں کہنے کو یہ ساری زمین ہی قبرستان تھی اور
پارٹیشن تک یہ پورا قطعہ بطور قبرستان استعمال بھی ہوتا
تھا - ادھر کو تقریبا بیس برس سے دیکھتا ہوں کہ یہاں ایک پکی

قبر بنگئی ھے - آھستہ آھستہ چراغ دان بھی بنگیا ھے اور کچھ زمین قبر کے پہلو میں پختہ ھو گئی ھے - شامیانہ بھی سایہ فگن رھتا ھے - دریافت سے کوئی قابل اندراج حال معلوم نہین ھوا - مگر اس قبر سے ذرا پورب دکھن بر سر راہ مین نے اڑکپن بلکہ جوانی تک ایک چبوترا دیکھا ھے جو تین طرف سے کمر کمر دیوار سے محوط تھا - اس چبوترے پر مٹی کے چھوٹے چھوٹے گھوڑے رکھے نظر آتے تھے' مگر یہ سارے گھوڑے لنگڑے ھوتے تھے یعنی اونکی ایک ٹانگ توڑ دی جاتی تھی - جو لوگ اپنے دشمن کو نقصان پہونچانا چاھتے تھے وہ کچھ خاص رسم کےساتھ ایک مٹی کا گھوڑا لا کر اس چبوترے پر اوسکی ایک ٹانگ توڑ دیتے تھے - ممکن ھے کہ وہ چبوترا اب بھی ھو لیکن یہ رسم موقوف ھے - مابین یتیم‌خانہ و مسجد حاجی بیگ دونوں سڑکون کے درمیان جو زمین ھے اوسکے اتر جانب شھزادہ میان مرحوم کے باغ کی دیوار سے متصل ایک ٹیلہ سا تھا - اسکو لوگ کسی بزرگ کا مزار سمجھتے تھے اور جو لوگ اس قبرستان مین پہونچتے وہ اس قبر پر ضرور فاتحہ پڑھتے تھے -

ڈھاکشوری روڈ اور گورشھید کی سڑکون کی تقاطع کے کچھ ھی پچھم اتر دیوار کے ساتھ کسی بزرگ کا مزار تھا مگر کوئی نشان نظر نہین آتا تھا اور نہ اب آتا ھے مگر حضرت مولانا بخاری رحمۃ اللہ علیہ جب ڈھاکہ آئے اور اس راستہ پر سے گزرے تو اونھون نے بیان فرمایا کہ ادھر سے گاڑی دکھن طرف دبا کے نکالی جائے کہ ادھر ایک بزرگ آسودہ ھین - تب سے بہت لوگ اسپر عمل کرتے ھین

بلکہ پیدل بھی ذرا دبکر چلتے ھین مگر اس سے زیادہ کچھ معلوم نہین
دکھن جانب ایک گنبد کی چھوٹی سی مسجد کے دکھن جو دو قبرین
ھین ایک بانئ مسجد کی اور دوسری یوسف خلیفہ مرحوم کی۔
ھین جو ٹوپی فروخت کرتے تھے اور نو دولت آدمی تھے ٭

شاہ سید برھان اللہ قادری مغفور

شاہ سید برھان‌اللہ مرحوم مغفور بغدادی کہلاتے تھے مگر اونکی
ولادت ملایا کی تھی - میرے لڑکپن مین وہ ڈھاکے آے اور
جمعرائیل کی گلی مین رھنے لگے - موے مبارک کی زیارت
کراتے اور اپنے یہان فاتحۂ دوازدھم مین میلاد شریف دھوم دھام
سے کراتے تھے - اونکے اردو نعت کا پہلا دیوان بمبئی مین چھپا ھے
اور دوسرا دیوان ڈھاکہ کی پیداوار ھے جو کلکتے مین چھپا ھے -
لباس عرافی پہنتے' بڑے خوش مزاج اور ظریف الطبع تھے -
تصوف مین بھی ایک رسالہ یادگار ھے - مجھپر بڑے مہربان تھے -
فرید پور اور مانک گنج مین اونکے مریدین بہت تھے - اخیر
مین محلہ مسجد بھات مین رھنے لگے تھے اور یہان اونہون نے
ایک خانقاہ بھی بنالی تھی - تقریبا سنہ ۱۳۲۱ بنگلہ مین
رحلت فرمائی اور اپنے خانقاہ مین دفن ھوے - سید محمد میران
ھونہار بیٹا جوان مرگی کا شکار ھوا' دوسرا بھی ایک بیٹا رکھکر راھی
عدم ھوا - تیسرا بیٹا زندہ ھے جو باپ کے مقرر کردہ رسومات کو بقدر
استعداد انجام دیتا ھے' خدا توفیق خیر عطا فرماے -

مین نے اس کتاب مین ایک جگہ بنگال کے سلاسل پر کچھ لکھا ہے مگر
وہ ناتمام ہے - یعنے قادریون کے بارے مین لکھنا باقی رہگیا ہے -
حقیقت یہ ہے کہ قادری بھی بنگال مین قدیم الایام سے رہتے ہین -
حضرت شاہ قمیص ابن شاہ سید ابی الحیات حضرت غوث الاعظم
سید عبد القادر جیلانی قدس اسرارھم کے اولاد مین سے تھے - شاہ
قمیص رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ بنگال مین پیدا ہوے تھے مگر اونکے
مسترشدین کا حلقہ بہت ہی وسیع تھا چنانچہ اونکا وصال
سنہ ۹۹۲ھ مین بنگالے مین ہوا - مگر اونکے مریدین نعش بنگال سے
سادھورہ ضلع انبالہ لیگئے - آج وہین اونکا مزار زیارتگہ
خلائق ہے - یزار و یتبرک بہ ●

مزار حافظ عبد الحمید مرحوم مغفور

حافظ صاحب اسی شہر کے باشندے تھے' محلہ ہزاری باغ
مین رہتے تھے - حاجی محمد قابل مرحوم کے لڑکے تھے اور
لڑکپن سے نیک تھے - وہ مولانا محمد عارف مرحوم خلیفۂ
مولانا بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے - میلاد خوانی سے
کمال شوق تھا - ایک بنگلہ اور تین اردو کتابون کے مصنف تھے -
ستر برس سے زیادہ عمر پائی - ۲۲ ذی قعد سنہ ۱۳۳۸ ہجری
مین وفات پائی اور ہزاری باغ کی مسجد مین مدفون ہوے -
بڑے خوبیون کے آدمی تھے - اونکی اولاد مین ایک لڑکا ڈاکٹر
برہان الزمان صدیقی لوگون مین روشناس ہے - خدا
سلامت رکھے ●

حیات باغ کی قبرین

دائرہ عظیم پورہ کے دکھن ایک احاطہ جو پہلے بڑاسا تھا اوسمین الگ ایک قطعہ گھیر کر اوسکا نام حیات باغ رکھا گیا ہے - اسمین متعدد قبرین تھین مگر اب پہلے سے کم رھگئی ھین - بہت صاف ستھری جگہ ہے اور اب ایک کوٹھری بھی یہان بنگئی ہے - محمد حیات مرحوم محلہ بڑا کٹھرہ کے رھنے والے تھے بہت لڑکپن سے ناٹک کا شوق تھا اور اسی تقریب سے وہ مرزا ولی جان صاحب' تخلص اثر کے پاس رھتے تھے کہ مرزا صاحب کو ڈرامہ لکھنے اور اوسکو اسٹیج کرانے سے بہت شغف تھا - محمد حیات نکہ سکہ سے درست تھے اور اپنا پارٹ بھی اچھا ادا کرتے تھے - ڈھاکہ والے کہ نام نکالنے اور خطاب بخشنے مین بڑے سخی ھین' مرزا صاحب کے یہان رھنے کے وجہ سے لوگ اونکو بھی مرزا حیات کہنے لگے - خطاب بخشی قدیم عادت ہے' اسکی نظیر اور بھی ہے مثلا ایک شخص تھے شیخ عمر جان جو بوڑھے ھوکر ۳۰ برس ھوے مرے ھین - یہ بیٹے تھے شیخ احمد جان شیشہ گر کے - عمر جان' میر امیر علی تائب تخلص کے جو بڑے کٹھرے مین رھتے تھے اور شیعہ زمیندار تھے بڑے دوست تھے' اور اونہین کے یہان رھتے سہتے تھے - لوگ اونکو بھی اسی تقریب سے میر عمر جان کہنے لگے اور وہ خود بھی میر لکھنے لگے - اب اونکی اولاد بھی میرھی کہلاتی ہے -

یہ بڑی مسرت کی بات ہے کہ سردار عبد القادر جو محمد حیات مرحوم کے خلف اکبر ھین اپنے باپ کی قبر کو بہت آراستہ رکھتے ھین اور اس امر مین اونکا مد مقابل کوئی نہین اُنکے چھوٹے بھائی

فقیر محمد مرحوم جنہوں نے ابھی انتقال کیا ہے وہ بھی یہاں مدفون ہیں انکا نام محمد حیات مرحوم نے اپنے مربی مرزا ولی جان مرحوم کے بیٹے کے نام پر فقیر محمد رکھا تھا - خدا بخشے کیسے محسن شناس لوگ تھے میرے پرانے عطار میاں محمد صدیق اور ایک مصلح اخلاق نوجوان علیم الدین بھی یہیں دفن ہیں - اللہ مغفرت فرمائے - شیخ محمد حیات مرحوم بہت سنجیدہ، اردو خوان اور خوش نصیب تھے کہ اخیر عمر اونکی بہت اچھی طرح بسر ہوئی اللھم اغفرہ و ارحمہ *

دولتی بازار کے مزارات

دولتی بازار قلعہ لال باغ کے مغربی پشت پر ماہی فروشوں کا ایک قدیم محلہ ہے - یہاں ایک گنبد کی ایک چھوٹی سی مسجد بھی ہے - اس مسجد کے دکھن جانب کئی پکی قبریں ہیں - ممکن ہے کہ بانیٔ مسجد اور اونکے اقربا کی یہ قبریں ہوں مگر نام کسیکا معلوم نہیں - مسجد پر تاریخ بھی نہیں ہے - یہ ماہی فروش جو بہت مختصر تعداد میں یہاں رہتے ہیں ان قبروں کی دیکھ بھال کرتے ہیں اور بڑی عقیدت رکھتے ہیں *

مضافات شہر

یعنے تھانہ جات تیزگاؤں' فتح اللہ اور نارائین گنج کے مزارات

شہر سے جتنے راستے مختلف سمت جاتے ھین ان مین سب سے بہتر سڑک نارائیـن گنج کی ھے جو تقریبا بوڑھی گنگا کے ساتھ ساتھ نارائین گنج پہونچتی ھے - دوسری بڑی سڑک میمنسنگھ روڈ ھے جو تقریباً ٹونگی تک بہت اچھی حالت مین ھے - تیسرا راستہ میرپور کا ھے جو سبھار تک جاتا ھے اور میرپور تک یہ سڑک بھی پختہ ھے - چوتھا راستہ سجن پور (شاھجہان پور) کا ھے جو بالو ندی تک جاتا ھے - یہ بھی کچھ دور تک اچھا ھے - پانچوان راستہ اولان کا ھے - یہ بھی کچھ دور تک اچھا ھے - ساتوان راستہ متوائیل کا ھے' یہ بھی قاضی باغ تک اچھی حالت مین ھے - یہ سب دور دور تک پہونچانے والے راستے ھین ورنہ چھوٹے چھوٹے راستے اور بھی بہت ھین - ان مین میمنسنگھ روڈ سب سے لانبا راستہ ھے اور میرے خیال مین یہی شیرشاھی سڑک ھے - اس راستہ پر کئے سراے کا نام مجھکو معلوم ھے یعنے کاروان سرا جو اب صرف کاروان کہلاتی ھے اور دوسرا کالوسراے یعنے کلان سراے جو تیزگاؤن تھانہ سے ۲ میل اُتر ھے - اسکے بعد درازی مین میرپور بڑا ھے کہ سبھار تک یہ سڑک جاتی ھے - اس راستہ پر ایک سراے ھے مگر وہ شاھی راستے پر ھے - یہ راستہ جو اب چلتا ھے نیا ھے - شاھی راستہ پر جو سراے تھی اوسکا نام

سرائے بیگم تھا۔ دوسرا بڑا راستہ نارائین گنج روڈ ہے۔ اسکے مشرقی سرے پر بھی ایک سرائے تھی - ریل کھلنے کے بہت قبل سرائے غائب ہو چکی تھی، صرف چاہ (کنواں) رہگیا تھا اور یہ کنواں چاہ‌سرائے کہلاتا تھا، پھر یہ جگہ چاہ‌سرائے کہلانے لگی - اسٹیشن کا نام چاشارا رکھدیا گیا کہ بنگلہ زبان میں 'س' کے بدلے 'ش' ھی کی آواز پیدا ہوتی ہے یعنی چاہ‌سرا - یہ سرائے یقیناً شیر شاہ کی بنوائی ہوئی تھی●

حضرت شاہ نوری قدس اللہ اسرارھم

آپ اس شہر کے قدیم باشندے تھے - مکان آپ کا محلہ بابو پورہ میں تھا جہاں آپ کے والد ماجد مولانا شیخ عبد اللہ مجددی اور دادا مولانا شیخ غلام محمد مجددی رحمۃ اللہ علیہما رہتے تھے - آپکی سنہ ولادت معلوم نہیں ہوسکی - آپ نے اپنی کتاب "کبریت احمر" میں تحریر فرمایا ہے کہ وہ لڑکپن میں پڑھنے کیلئے شائستہ خاں کے مدرسہ میں جایا کرتے تھے - (یہ مدرسہ پاکھر تلی کے کٹھرے میں تھا جہاں اب ایڈن ھسپتال ہے) اور گھر میں اپنے والد ماجد کے درس میں بھی شریک ہوا کرتے تھے جہاں بہت سے طلّاب بھی پڑھتے تھے - ان تلامیذ کی ایک مختصر فہرست بھی 'کبریت احمر' میں موجود ہے - ڈھاکہ سے وہ مرشد آباد موتی جھیل کے مدرسہ میں پڑھنے گئے - یہاں حضرت باگھو دیوان قدس سرہ العزیز کی شہرت سنکر اونکی خدمت میں جاکر طالب بیعت ہوئے - آپ نے ارشاد فرمایا کہ تعلیم حاصل کرکے آؤ تب تمہاری بیعت قبول کیجائیگی - کبریت احمر

مین لکھتے ھین کہ میرا سارا خاندان مجددی ھے مگر مجھے قادریت کیطرف کشش تھی - فراغت تعلیم کے بعد وہ پھر حضرت شاہ حفیظ الرحمن عرف باگھو دیوان رحمۃ اللہ علیہ کیخدمت مین حاضر ھوے اور بیعت فرمائی - وھین تعلیم باطنی کیلئے مدتون مقیم رھے اور مجاز طریقت بنکر واپس آئے - یہ معلوم نہین کہ تکمیل کے بعد کس سنہ مین ڈھاکے آے - مگر کبریت احمر کی اندرونی شہادت سے معلوم ھوتاھے کہ آپ حضرت دیوان صاحب کی وفات کے دیڑہ سال پہلے ڈھاکہ آے - چونکہ حضرت دیوان صاحب نے ۲۵ ذی قعد سنہ ۱۱۹۵ھ مین رحلت فرمائی تو گویا آپ سنہ ۱۱۹۳ھ کے کسی مہینے مین ڈھاکہ آے - بعد وصال دیوان صاحب علیہ الرحمۃ شاہ نوری قبلہ چندبار زیارت مزار مرشد کیلئے تشریف لیگئے ھین -

یہ معلوم ھے کہ حضرت کے والد ماجد مولانا شیخ عبد اللہ اسوقت بقید حیات تھے - اونھین کی ھدایت سے آپ بابو پورہ چھوڑ کر مغ بازار مین شاہ شکر کی مجسد مین مقیم ھوئے - حضرت شاہ نوری بہت بڑے عالم اور اپنے وقت کے اولیا کبار مین سے تھے - وہ نظم و نثر دونون پر قادر تھے اور ساتھ ھی اچھے خوشخط بھی تھے - میرے پاس آپ کی تحریرین موجود ھین - فارسی زبان پر بڑی قدرت تھی - کبریت احمر مین اپنے مرشد کے ملفوظات جمع فرمایا ھے - بنگال بھر مین وہ اس امر مین متفرد ھین کہ اونھون نے اپنے پیر بھائیون کا حال بھی لکھاھے - مرشد کےحالات اور کمالات پر روشنی بھی ڈالی ھے - سلاسل

کی پوری تفصیل بتلائی ھے - اونکے عہد میں مغ بازار میں بڑی رونق تھی اور اونہیں کے عہد سے مغ بازار میں باوجودیکہ شھر سے باھر ھے وھاں اردو کا چرچا پھیلا جو اب تک باقی ھے - ۲۷ ربیع الاول سنہ ۱۲۰۰ ھجری میں آپ کا وصال ھوا - نساخ مرحوم کی تاریخ سنئے :—

شاہ نوری وحید عصر کہ بود + حامی دین و ملت احمد
گفت نساخ سال ترحیلش + پشت پا بروے دنیا زد
۱۲۰۰ ھجری

مزار احاطہ کے اندر ھے، یہاں اور بھی بہت سے اکابر اور اھل خاندان مدفون ھیں - سالانہ عرس ھوتا ھے - نور اللہ ضریحہ -

حضرت جامع سلاسل تھے - قادریہ، نظامیہ، سہروردیہ، نقشبندیہ، فردوسیہ کی اجازت تھی مگر بیعت طریقۂ قادریہ کی لیتے تھے - آپ کے جانشین آپ کے صاحبزادے شاہ محمدی صاحب ھوے جنکا ذکر اپنی جگہ ھوگا - آپ نے اپنے جن پیر بھایوں کا ذکر کبریت احمر میں لکھا ھے اون میں سے میں ڈھاکہ کے کچھ حضرات کا مختصر حال لکھتا ھوں - نیک نام رفتگاں ضائع مکن -

شاہ محمد تقی—دیہات کے باشندے تھے - بڑی ریاضت کی تھی - پہلے حضرت شاہ نوری صاحب کے ساتھ رھتے تھے اور معلوم ھوتا ھے وہ انکے والد کے شاگرد بھی تھے - رسالہ شطاریہ کی خاص سند بھی مرشد سے حاصل کی تھی - اورَ حرز ایمانی کی تحشیہ بھی فرمائی تھی - اچانک ایک دن غائب ھوگئے پھر پتہ نہیں ملا - خدا رحمت کرے -

شیخ شرف علی—یہ بھی دیہات ھکے رھنے والے تھے - پہلے سپاہ گری کا پیشہ کرتے تھے کہ داعیۂ حق پیدا ھوا - مرید ھوے اور ھمیشہ اذکار اور مجاھدہ میں مصروف رھے - اپنے گاؤں میں رحلت کی - اللہ رحمت فرماے -

ملا محمد بدیع—شیخ شرف علی کے بھائی تھے - بڑے ذاکر اور شاغل تھے -

حاجی محمد احمد—یہ بھی دیہات کے رھنے والے تھے - لڑکپن سے قصبۂ باگھہ میں مرشد کی خدمت میں رھتے تھے - حضرت کی رحلت کے وقت بھی موجود تھے - آستانہ کی جاروب کشی کا شغل محبوب تھا -

حاجی الماس—اصلاً حبش کے رھنے والے تھے - جوانی میں حج بھی کر آے تھے - قلعۂ لال باغ کے قریب رھتے تھے - مرد کاسب و صاحب ذوق و شوق تھے -

شیخ محمد مقیم—محلہ لال باغ ڈھاکہ کے رھنے والے تھے - مرد بزرگ و صالح و متقی تھے -

خوندکار شمس اللہ—قصبہ کوردیہ متصل الایچی پور کے باشندے اور مرد عابد و زاھد تھے -

محمد قریش و شیخ نصر اللہ و محمد اشرف—یہ تینوں قصبہ الایچی پور کے رھنے والے تھے - سب اچھے لوگ تھے' خدا ان پر نزول رحمت فرماے ●

شاہ بہرم رحمۃ اللہ علیہ

یہ مزار کوئی پاڑہ (تھانہ تیز گاؤں) مین سڑک کے دکھن جانب ایک پختہ احاطہ کے اندر ہے - نام ہی سے قدامت ظاہر ہے کہ ایسے نام عہد افاغنہ ہی مین ہوتے تھے - قامی لوگ بہت احترام کرتے ہین - ادھر کے لوگون نے مجھسے بیان کیا کہ اون لوگون نے مزار کے پائین اکثر شیر دیکھا ہے مگر یہ کچھ بعید نہین کہ شیر ان اطراف مین آج تک نظر آتے اور مارے بھی جاتے ہین - یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلے مزار پر ایک سنگی کتبہ بھی تھا - اس کتبے کے دیکھنے والے بہت لوگ موجود ہین مگر کتبے کا پتہ نہین ملتا *

چاے شاہ مرحوم

صحیح نام کسیکو بھی معلوم نہین - چونکہ چاے بہت پیتے تھے اسلئے لوگ چاے شاہ کہنے لگے - بنگال کے رہنے والے نہین تھے - میمنسنگھ مین شادی کرلی تھی مگر زیادہ تر ڈھاکہ مین خواجہ احمد بخش مرحوم کے یہان رہتے تھے جو اونکے مرید خاص تھے *

تیزگاؤن اسٹیشن کے راستے کے سرے پر ایک ٹیلہ پر اونکی قبر ہے - دوسری قبر خواجہ احمد بخش مرحوم کی ہے - تاریخ رحلت معلوم نہین ہوسکی *

ٹونگی شاہ مرحوم

اس نام کے یہان کوئی فقیر کبھی رہتے تھے - نام معلوم نہونے کیوجہ سے چونکہ ٹونگی مین رہتے تھے' ٹونگی شاہ مشہور

ھو گئے - یہ محض غلط ھے کہ ٹونگی کا پل جو آج بھی
شکستہ نظر آتا ھے ٹونگی شاہ نے بنایا تھا - تاریخ سے ثابت ھے
کہ پگلے کا پل اور ٹونگی کا پل دونوں معظم خاں خان خانان کا
بنوایا ہوا ھے - یہ عہد عالمگیری کا واقعہ ھے -

یہ مزار ندی کے دکھن ساحل پر گندارہ گھاٹ کے سڑک کے پچھم
ایک کھیت کے بیچ میں ھے اب کم لوگ جانتے ھیں کہ یہ کسکی
قبر ھے مگر احترام سب ھی کرتے ھیں ٭

حاجی رسول شاہ مرحوم مغفور

افغانستان کے رھنے والے تھے - پچاس سال سے ڈھاکہ میں
مقیم تھے - مجرد تھے - بڑے کاسب و شاغل تھے - مزاج میں
حدت بہت تھی - ھر جمعہ کو ھماری مسجد میں جمعہ پڑھنے
آتے اور اپنا فرض ادا کرکے خاموشی کے ساتھ چلے جاتے - جناب
چودھری غلام ستار صاحب اونکی خبرگیری کرتے تھے اور اونھیں
کے یہاں ایک کوٹھری میں پڑے رھتے تھے - بتاریخ ۲۲ رجب سنہ
۱۳۵۴ ھجری مرض دق میں انتقال کیا اور سات گنبد کی مسجد
کے متصل مشرق دفن ھوے - قبر بڑی پرفضا جگہ میں واقع ھے -
چودھری صاحب ممدوح نے پکی بنادی ھے - خدا اونکی تربت
عنبرین رکھے ٭

مزار در باغ دام

میمنسنگھ روڈ کے دسواں میل کے بعد مسٹر دام کا ایک باغ تھا -
یہ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس تھے - باغ کے کنارے بر سر راہ یہ
پختہ قبر ھے مگر اب باغ میں ایئرڈروم بنگیا ھے - قبر پر شامیانہ -

آج بھی موجود ہے - یہاں کبھی کوئی پکی قبر تھی کوئی نہین جانتا تھا - جب دام نے یہ زمین خریدی اور صفائی کرانے کیلئے مزدور لگایا تو یہ قبر دیکھائی دی - مسٹر دام نے حکم دیا کہ اسکو توڑ کر زمین برابر کردی جاے مگر ایک ھی دن مین تین مزدور پھاوڑا چلاتے ہوے مونھہ سے خون آتے ہوے مرے تو مزدوروں نے کام سے انکار کردیا، آخر مسٹر دام نے قبر توڑ نے کے بدلے اچھی طرح مرمت کرادی - تب سے ھر جمعرات کو ۴ شمع اور کچھ اگرکی بتیان اونکے سرکار سے آتی ھین - شامیانہ مقامی مسلمانون نے لگا دیا ھے - ادھر کے لوگ اب بہت احترام کرتے ھین ٭

پنچی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

یہ مزار پانڈو ندی کے اس پار ایک مختصر ٹیلہ پر ھے - لوگ زیارت کیلئے ندی پار ھوکر عنبرکے پل پرسے جاتے ھین لیکن جاڑے مین یہ ندی اکثر خشک ھو جاتی ھے اسلئے ادھر سے بھی لوگ جاتے ھین - آم کٹھل کے زمانے مین یہان لوگ زیادہ آتے ھین ٭

چھینی کنبہ شاہ مرحوم

میمنسنگہ روڈ پر نکڑول پاڑہ نامی گاؤن مین یہ مشہور مزار ھے - مقامی لوگ بہت احترام کرتے ھین مگر کسیکو حال معلوم نہین ٭

شاہ شکر رحمۃ اللہ علیہ

مغ بازار کی بڑی مسجد سے تقریباً ۳۰ گز اتر پچھم ایک گل آچین کے سایہ مین آپکا مزار ھے - پائین کامنی کے کئی پیڑ ھین - مقامی لوگ زیارت کیلئے بہت جاتے ھین لیکن شہر والے کم

جانتے ھین - مسجد مذکور آپ ھی کی بنوائی ھوئی ہے اور یہ وھی مسجد ہے جسمین حضرت شاہ نوری قدس سرہ بابو پورہ سے آنکر معتکف ھوتے تھے -

آج اس مسجد کا کتبہ مسجد کے اندر ایک طاق مین رکھا ھوا ہے اور مسجد پر جو کتبہ لگا ھوا ہے وہ اوسی مسجد کا ہے جو مغ بازار روڈ پر کبھی تھی اور اب بے نام و نشان ھو گئی ہے - اسے حاجی شاہ شمس الدین صاحب مرحوم اُٹھا لاے تھے اور غفلت سے اس مسجد پر لگا دیا گیا - مین بنظر احتیاط شاہ شکر کی مسجد کا کتبہ یہان نقل کرتا ھون' اس سے آپکا زمانہ بھی معلوم ھو جائیگا :-

بنائے مسجد عالی نمودہ شاہ شکر
بوقت خوش قران اللہ اکبر
بجستہ سال تاریخش خرد گفت
چون ھزار ویکصد و چہل گشت اظہر
۱۱۴۰ ھجری

مزار در سرائے کلان

میمنسنگہ روڈ کے چھٹے میل پر سڑک کے پورب درختون کے جھنڈ مین ایک تالاب کے اتر جانب دو پکی قبرین ھین - یہ قبرین ایک حظیرہ مین ھین - عام لوگ اس جگہ کو کالو سرائے کہتے ھین مگر مین سمجھتا ھون کہ یہ کلان سرائے ہے - یہان تک شہر تھا کہ اسی گاؤن کے اتر شاھی رمنہ ہے - اور اب جس بازار کو ھم آپ کاروان کا بازار کہتے ھین - مین بیان کرچکا

هون که یهان ایک کاروان سرا تهی - ایک قبـــر کهرنی کے نیچے هے اور دوسری پیـپل تلے - حظیـرہ مین جو اینٹ لگی هے یہ بہت پرانی هے - میرا خیال هے کہ یہ مزارات عہد افاغنہ کے هین - ادهر کے لوگ یہان بہت آتے هین اور نذر و نیاز چڑهاتے هین بلکـہ بنظـر عقیدت اسے چهوٹا مغ بازار کہتے هین - یـــزار و ینفبرك بہ ٭

شاہ کروٹ

عنبر کے پل اور مغ بازار کے بیچ مین پانڈو ندی کے دکهن کنارے یہ پکی قبر هے - قبـر مذکور ایک طرف کج هے اسلئے لوگ شاہ کروٹ کہتے هین اور یہ کرامت منسوب کرتے هین کہ هرسال قبـر داهنے سے بائین اور بائین سے داهنے کروٹ لیتی هے مگر تجربہ کارون نے تجربہ کرکے بیـان کیـا هے کہ یہ محض گپ هے - اندنون لوگ بہت کم جاتے هین مگـر همارے اڑکپـن مین مرد سے زیادہ عورتیـن خاصکـر برسات کے دنون مین جایا کرتی تهین - صاحب مزار کا نام کسی کو معلوم نہین مگر اس مین شک نہین کہ یہ قدیم مزار هے - رحمۃ اللہ علیہ ٭

شاہ کبیر کی درگاہ

کرمی ٹولہ اسٹیشن کے پورب اتر شاہ کبیر کی درگاہ هے - اصل نام کبیر خان هے - خاندیس کے ذی اختیار رئیس تهے اور شاهی باغی - شاہ جہان کے عہد مین گرفتار کرکے یہان جلا وطن کردئے گئے اور ایک چهوٹی‌سی جاگیر بهی دیدی گئی - وہ یہین

بس گئے تھے - اونکی اولاد اب بھی موضع اترکھان مین بستی ہے - خاندان مین تین شاہی سندین تھین - یہان اونکے خاندان کے سوا دیگر افراد کی قبرین بھی ہین - ایک چھوٹی سی کچی مسجد بھی ہے جو پکی ہو رہی ہے - مجاورون کا ایک خاندان بھی آباد ہے *

شاہ علی بغدادی قدس سرہ

شہر سے تقریباً سات میل پچھم اتر میرپور کی مشہور بستی ہے یہین تعلقۂ مسلندخان مین آپ کی درگاہ ہے - آپکا مزار ایک قدیم مسجد کے اندر ہے - یہ مسجد سنہ ۸۸۵ ھجری مین بنی تھی - پہلے یہ کتبہ جو خلاف معمول گنبد کے اتر جانب لگا ہے ملاحظہ فرمایے :-

این خاک چوشد نخست مسجود
سال تاریخ آن ضفہ بود
۸۸۵
در سال ظفہ ز دور گردون
۹۸۵
شد بار دگر خرابی آلود
پس شاہ علی ز ارض بغداد
تشریف بخاک ہند فرمود
بہ نشست در و بست در را
بر خود رہ خلق کرد مسدود
تا آنکہ جہان فانی را
آن واصل حق نمود پدرود

کردند بہ نو عمارت اورا
شد مرقدش مقام مسعود

شد باز بہار او خزان را
از گردش چرخ دست فرسود

اکنون بعہد نصیر ملک نواب
غرکا سن ہجری است معدود
۱۲۲۱

تعمیر سیوم محمدی شاہ
بعین خلوص قلب بنمود

ہاتف گفتا کہ یا الہی
ہمسایہ بود ز ظل ممدود
۱۲۲۱ ھ

اس تاریخ کا حاصل ترجمہ یہ ہے کہ پہلے یہاں سنہ ۸۸۵ میں ایک مسجد بنی تھی (یہ عہد یوسف شاہ بادشاہ بنگال کا ہے) مگر بہت جلد یعنے سو برس ہی میں اسکی حالت خراب ہو گئی - جب شاہ علی بغدادی رحمۃ اللہ تشریف لائے اور اس مسجد میں چلّہ میں بیٹھے اور اسطرح مسجد کے دروازے بند کر لئے کہ کوئی اندر نہیں جا سکتا تھا اور اس اعتکاف کے درمیان ہی میں وہیں انکا وصال ہو گیا تو مسجد ہی میں اونکو دفن کیا گیا مگر امتداد زمانہ سے جو مسجد اب مزار بن چکی تھی وہ بھی خراب ہوگئی، اوسکی بھی مرمت کردی گئی - تیسرے بار مغ بازار کے شاہ محمدی نے (رحمۃ اللہ علیہ) سنہ ۱۲۲۱ھ میں از سر نو مرمت کرادی ۔

بنگال میں یہ عہد یعنے نویں اور دسویں صدی مبلغین اسلام کے ورود کا خاص سال ہے - صرف شہر ڈھاکہ اور ضلع میں اسی عہد میں تشریف لانے والے مندرجہ حضرات کا نام ھمکو بھی معلوم ہے - یعنے شہر میں حضرت شاہ جلال دکنی؛ سنارگاؤں میں حاجی بابا صالح اور حضرت شاہ لنگر علیہم الرحمۃ قریباً یہ حضرات ہم عہد ہیں -

مزار کے بیچھم ایک دالانی مسجد نواب سر احسن اللہ مرحوم نے بنادی تھی اور اب ایک برآمدہ بھی بنگیا ہے؛ اس سے زائرین کو نماز کی سہولت ہو گئی ہے - ایک چار دیواری کے اندر ایک دالان بھی مرحوم نے بنا دیا ہے کہ مستورات کو آرام ملے اور وہ پردہ کے ساتھ رھیں -

برسات کے دنوں میں مزار کے قریب پانی آجاتا ہے اور ڈھاکہ کی مستورات بجرہ اور ڈینگیوں پر ڈھول منجیروں کی ساتھ زیارت کے نام سے سیر کرنے جاتی ہیں اور مرد بھی بجروں کو خوب سجا کر ناچ گانونکے ساتھ زیارت کے بہانے دل کا ارمان نکالتے ہیں ۔ اس زمانےمیں عجب طوفان بے تمیزی برپا رہتا ہے - برسات میں یہاں کچھ دکانیں کھل جاتی ہیں اور زائرین چوڑا بتاشہ اور نقشین تھیلئے بطور سوغات لاتے ہیں - جاڑے میں لوگ پیدل یا گاڑی پر یہاں پہونچتے ہیں - نوچندی کو اچھا خاصہ مجمع ہوجاتا ہے لوگ آتے ہیں یہیں پکاتے کھاتے ہیں - یہاں مجاوروں کی ایک جماعت رہتی ہے جو دیوان کہلاتی ہے - بلکہ سارے ضلع میں مزارات کے مجاورون کو دیوان ہی کہا جاتا ہے - اب وقف

کمشنر نے موقوفہ جائداد اور مزار کے نذرانون کے انتظام کیلئے ایک کمیٹی بنادی ھے جسکے سکریٹری خان صاحب ڈاکٹر معـــزالدین خانصاحب ھین - ڈاکٹر صاحب ممدوح مسلند خان کے وارث ھین - مسلند خان کے مکانات اور تالاب کے آثار درگاہ سے اتر آج بھی نظر آتے ھین - ایسا کبھی نہین ھوتا کہ مزار زائرین سے خالی ھو - شہر کے لوگ اس مزار کا بہت احترام کرتےھین اور عجیب عجیب عقیدہ رکھتے ھین - مثلا عورتون کا خیال ھے کہ یہ مزار ھر سال کچھ اونچا ھوتا رھتا ھے اور جب یہ اونچائی گنبد تک پہونچیگی تو قیامت آ جائیگی مگر ان عقیدت مندون کو معلوم ھونا چاھئے کہ مزار کی اونچائی قیامت کی حد تک کبھی نہین پہونچیگی کیونکہ مجاورین غـــلاف جو چڑھاے جاتے ھین آتار کر خود استعمال کرتے ھین - غلاف پر غلاف چڑھتا رھتا تو شاید قیامت زیادہ دور نہین رھتی - پچاس پچپس برس سے یہ روایت شہرت پا گئی ھے کہ حضرت شاہ علی بغدادی رحمۃ اللہ کے ایک بھائی شاہ حسین بھی تھے جنھون نے اپنے وفات کے پہلے یہ وصیت کی تھی کہ اونکی جنازے کی نماز ایک ایسا شخص پڑھائیگا جسکی آدھی حجامت بنی ھوگی اور وہ اچانک آ جائیگا - چنانچہ ایسا ھی ھوا کہ حضرت صوفی سید محمد دائم صاحب اپنی خانقاہ مین حجامت بنوا رھے تھے اور آدھی حجامت ھوچکی تھی کہ اچانک آپ کھڑے ھو گئے اور چشم زدن مین طے الارض کرکے وھان پہونچے جہان شاہ سید حسین کا جنازہ رکھا ھوا تھا اور لوگ انتظام کر رھے تھے لوگون نے دیکھا کہ آپ آدھی حجامت بنائے ھوے

ہیں چنانچہ حسب وصیت آپھی نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور پھر فوراً اپنے دائرہ میں آ نکر جماعت پوری بنوائی" - یہ روایت از سرتا پا غلط اور جھوٹ کا پوٹ ہے - اگر شاہ علی بغدادی کا کوئی بھائی ہوتا تو شاہ محمدی جو اس مزار کے بڑے عقیدتمند تھے ضرور ذکر کرتے اور اگر حضرت شاہ علی سید ہوتے تو اوسکا بھی ذکر ضرور کرتے کہ آپ کو اہل بیت سے بڑی محبت تھی لیکن معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت گڑھنے والے تاریخ سے ناہلہ بھی ہیں۔ سید حسین کے جنازہ کا ذکر تو کرتے ہیں مگر مزار کی جگہ نہیں بتلاتے اور ساتھ ہی یہ بھول ہوتے ہیں کہ حضرت شاہ علی کا سنہ ۹۸۵ھ میں وصال ہوا اور صوفی صاحب ممدوح کا سنہ ۱۲۱۴ ہجری میں اور یہ ان دونوں کے عہد میں بڑا فاصلہ ہے - حضرت شاہ علی کی کوئی اولاد یا کوئی بھائی ہوتا تو کتبۂ تاریخ میں ضرور اسکا ذکر ہوتا •

مستان شاہ رحمۃ اللہ علیہ

امرلیا تیزگاؤں تھانہ کے ماتحت بالو ندی کے قریب ایک مشہور موضع ہے - جہاں مستان شاہ آسودہ ہیں - معلوم نہیں کہ وہ کہاں کے باشندے تھے اور اونکا عہد کیا تھا - یزار و یتبرک بہ -

کمیر شاہ علیہ الرحمۃ

بنگلہ زبان میں گھڑیال کو کمیر کہتے ہیں مگر ڈھاکہ کے اردو بولنے والے بھی کمیرھی بولتےہیں چونکہ اس مزارکے ساتھ ایک بڑاسا تالاب ہے جس میں کمیر بہت ہیں جو اکثر مزار کے ارد گرد پڑے نظر آتے ہیں اسلئے صاحب مزار ھی کو لوگ کمیر شاہ کہنے

لگے - اصل نام کوئی نہیں جانتا ہے - یہ مزار حضرت شاہ علی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار سے پورب اتر ہے - میں نے لڑکپن میں ایک ٹوٹی ہوئی گنبدی مسجد بھی دیکھی تھی وہ بھی سنہ ۹۷ عیسوی کے زلزلہ میں منہدم ہوگئی ہے - مزار قدیم اینٹ کی پختہ ہے - برسات میں لوگ زیادہ تر زیارت کیلئے جاتے ہیں - سامنے بستی وغیرہ بھی نہیں ہے - یقیناً یہاں مسجد پٹھان عہد میں بنی ہوگی اور یہ صاحب یا بانی مسجد ہونگے یا دوسرے کوئی مبلغ ٭

حضرت شاہ محمدی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شاہ نوری قدس سرہ کے اکلوتے صاحبزادے تھے - بہت کم سنی میں سایۂ پدری سے محروم ہوگئے - تعلیم و تربیت شاہ قمر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ذمے رہی - آپکا نام محمدی اسلئے رکھا گیا کہ حضرت شاہ نوری کے دوست اور حضرت باگھو دیوان قدس سرہ کے بھانجے اور جانشین کا نام بھی محمدی تھا مگر شاہ محمدی صاحب اپنے مریدوں کو جو شجرہ دیتے تھے اوسمیں ابو الوفا مہدی لکھتے تھے - شہر کے تمام روسا آپ کے طرف نہایت رجوع تھے جن میں حضرات شیعہ کی بڑی اکثریت تھی - یہ جو اس خاندان میں کچھ شیعی مراسم جاری ہیں اسکی بنیاد آپ ہی کے عہد سے پڑی ہے - آپ کے اخلاف نے اس مسئلۂ مسلمۂ صوفیا پر غور نہیں فرمایا کہ مکاشفات صرف صاحب کشف کیلئے ایک حد تک حجت بن سکتے ہیں لیکن

دوسرون کیلئے اوسپر عمل کرنا جائز نہین - پھر کشف اپنی جگہ کوئی بڑی چیز بھی نہین اور صوفیون نے بیان کر دیا ہے کہ کشف بہت وقت غلط بھی ہوا کرتا ہے کہ ہر کشف مبنی پر حقیقت نہین - پھر کشف پر صاحب کشف اسیوقت عمل کر سکتا ہے جب کہ کشف ادلہ شرعیہ کے خلاف نہو - آپ کے وقت مین دنیاوی ترقی بھی خوب ہوئی لیکن آپ کے بعد ہی مغ بازار ویران ہو گیا -

آپ کا مزار مغ بازار مین اپنے والد ماجد کے مزار کے اتر الگ محوطہ مین ہے - سرہانے یہ کتبہ لگا ہے :-

رحمت بروح پاک اوکہ مرقدش
پر نور با ظہور فتوحات ایزدی ست
پرسند گر تعین سال وفات او
گو درگہہ مقدس محمدی است
۱۲۵۱ ھجری

حضرت شاہ مسعود رحمة الله عليه

متوائل کے راستے پر دولائی ندی کے مغربی ساحل پر ایک بلند چبوترے پر آپکا مزار ہے - پہلے کچی سڑک مزار تک جاتی تھی اب پکی ہوگئی ہے لیکن رواج ہے کہ برسات مین کشتی کے ذریعہ لوگ جاتے ہین اور دن بھر یہان رہکر پکاتے کھاتے ہین - پہلے بھی یہان ایک مسافرخانہ تھا اوسکے شکستہ ہو جانے کے بعد نواب سر احسن الله مرحوم نے دوسرا دالان بنوا دیا تھا مگر یہ بھی خرابہ بنگیا - پھر اونکی چھوٹی

صاحبزادی اختر بانو مرحومہ نے از سر نو بنوا دیا مگر چونکہ یہاں ہمیشہ خادم نہیں رہتا ہے اسلئے اسکی حالت پھر خراب ہونے لگی ہے - مزار پر کچھ زمین بھی وقف ہے جسکے متولی قاضی عبد الروف مرحوم تھے - انکی قبر بھی چبوترے کے نیچے ہے اور بھی بہت سی قبریں ہیں -

یہ بڑی پرفضا جگہ ہے - کہا جاتا ہے کہ آپ بغداد سے آے تھے - قدیم لوگوں میں ہیں مگر تفصیلی حالات معلوم نہیں - شہرت ہے کہ آپ شاہ علی بغدادی سے اقدم ہیں - ہمیشہ سے لوگ احترام کرتے آے ہیں - مشرقی حصہ شہر کے لوگ برسات میں ادھر زیارت کرنے بہت آتے ہیں خاصکر مستورات - لوگ آپ کو قاضی مسعود بھی کہتے ہیں اور اسی وجہ سے اس جگہ کا نام قاضی باغ ہے - مزار و پتبرک یہ •

مزار پیر جنگی

کچھ لوگ پیر جنگلی بھی کہتے ہیں - شہر سے اقرسجن پور (شاہجہان پور) ایک بستی ہے جہاں پٹھانی عہد میں کھل گاؤں کی طرف بڑی آبادی تھی - موجودہ مذبح کے اتر طرف کھیتوں کے درمیان ایک ٹیلہ پر دو پکی قبریں نظر آتی ہیں' اب اسپر نواب زادی اختر بانو مرحومہ نے ٹین کا سائبان لگا دیا ہے اور ٹیلہ پر چڑھنے کیلئے زینہ بھی بنوا دیا ہے - پہلے یہ دو قبریں کچی تھیں اسے انہوں ھی نے پکا کرایا ہے - مگر اصل حقیقت یہ ہے کہ یہاں کسی پیر کا مزار وزار نہیں ہے - یہ دونوں قبروں میں ایک قاسم علی نامی اسی زیارت گاہ کے خادم کی ہے اور دوسری اوسکے

بیٹے کی - تاریخ جو بنگلہ سنہ ۱۲۲۰ کندہ ہے یہ بھی انکل پچو اور غلط ہے - کیونکہ مزار کو بنے ۲۵ برس سے زیادہ نہیں ہوے - حقیقت یہ ہے کہ پہلے اس ٹیلے پر ایک دیوار تھی جسپر چراغان کیلئے کچھ طاق بنے ہوے تھے اور اس نام کے کوئی پیر صاحب قدیم زمانے میں کبھی کبھی اسی ٹیلے پر آنکر بیٹھتے اور سامنے جو تالاب ہے اوسکی سیر دیکھتے تھے - اونکے بعد بطور آستانہ اس جگہ یہ دیوار بنائی گئی اور اسپر نذر و نیاز چڑھنے لگا - پیر صاحب کی مسکن یہاں سے پورب کہیں تھا مگر آج اوسکا پتہ نہیں •

یہاں ایک صاحب منشی واحد علی نامی رہتے ہیں جنکی عمر اسوقت سو سے زیادہ ہے مگر ہوش‌حواس بالکل درست اور خوب چل پھر سکتے ہیں - اونہوں‌نے کہا کہ قاسم علی میرے سامنے مرا ہے، اوسے اور اوسکے بیٹے کو میرے ہی آدمیوں‌نے دفن کیا - یہ سارا بیان اونہیں‌سے سنکر لکھا گیاہے - وہ خیال کرتےہیں کہ یہاں‌سے دو میل اتر راستہ کے پورب جانب ایک ٹیلہ پر ایک کچی قبر ہے - لوگ بہت احترام کرتے ہیں لیکن نام کوئی نہیں جانتا - یہ معلوم ہے کہ ادھرھی سے پیر صاحب آستانہ پر آتے تھے - قیاس کیا جاتا ہے کہ یہی اونکی قبر ہے - و اللہ اعلم بالصواب •

شاہ صدیق رحمۃ اللہ علیہ

یہ پختہ مزار محلہ چیت پور واقع صدیق گنج عرف شدی گنج تھانہ نرائن گنج میں ہے - نارائن گنج سے اتر جانب ۴ میل دور بذریعۂ کشتی لوگ جاتے ہیں - پیدل بھی پگڈنڈیوں

سے جا سکتے ھیں - یہ ایک مشہور گاؤں ہے اور یہاں کا ھاٹ بہت مشہور ہے - شدی گنج ظاھر ہے کہ صدیق گنج کی خرابی ہے - سیتا لکھیا کے مغربی ساحل پر نہایت شاندار شاھی گھاٹ ہے اور گھاٹ کے ساتھ برج اور بارہ دری ہے - میں نے ایسا عمدہ اور نفیس گھاٹ بنگال بھر میں کہیں نہیں دیکھا ہے - یہ تمام عمارتیں بہت قدیم ھیں مگر کسنے بنائی اور کب بنی کسیکو معلوم نہیں - اس گاؤں میں اور بھی کئی پختہ قدیم ویران اور شکستہ عمارتیں دومنزلہ سہ منزلہ نظر آتی ھیں - گھاٹ سے تقریباً دوسو قدم پر ھندونکا محلہ چیتپور نامی ہے یہیں یہ پختہ مزار ہے - پہلے کوئی سائبان نہیں تھا - اب ایک ھندو وکیل نے ٹین کا سائبان بنوا دیا ہے - مسلمان اور ھندو سب احترام کرتے ھیں - قبر پر پچھم جانب ایک سنگی کتبہ نظر آیا - معلوم ھوا کہ پہلے یہ کتبہ قبر پر رکھاھوا تھا اور قبر بہت شکستہ ھوگئی تھی - وکیل مذکور نے مرمت کرائی تو یہ کتبہ بھی لگا دیا لیکن استکار کے بد سلیقگی سے کتبہ کا کچھ حصہ زمین کے اندر آگیا ہے - بمشکل جہاں تک پڑھا گیا اسطرح ہے :-

"...................محمد رسول الله

..........کسی کہ خاک درش نیست خاک برسر او

........مسجد و محراب و ممبر ابوبکر و عمر عثمان و حیدر

......داخل مسجداست اگر کسی دعوی کند باطل کردد...تسعماۃ"

ایسا معلوم ھوتا ہے کہ یہ پتھر جسمیں علاوہ تاریخ مسجد کے کسی زمین کے بارے میں بھی وقف یا وصیت کا اندراج ھوگا قطب صاحب کی مسجد کا ہے - قطب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مزار

صدیق گنج کے بالکل محاذی دریا کے پار قطب پور نامی گاؤن مین ہے - یہان ایک گنبد کے اندر آپ آسودہ ہین - قبر بہت اچھی حالت مین ہے اور زیارت کیلئے بہت لوگ آتے ہین - مجاورین جنہین دیوان کہتے ہین وہ بھی کئے گھر ہین - اسکے ساتھ ایک سہ گنبدی مسجد بھی ہے جسمین کتابہ تھا مگر مدت سے غائب ہے - کتابہ کی جو جگہ خالی نظر آتی ہے اسے اور اس قبر کے کتبہ کو اگر ناپ لیا جائے تو میرے گمان کی کچھ تصدیق ہو سکیگی - صدیق گنج کی آبادی کے اتر ایک اور قدیم قبر ایک کھیت مین ہے - لوگ اسکا بھی بہت احترام کرتے ہین مگر کوئی کچھ کہہ نہین سکتا یہ کسکی قبر ہے - یہان ایک پکی مسجد دیکھی جسپر سنہ ۱۲۳۴ھ کا کتبہ موجود ہے -

بہرحال یہ مزار قدیم مزار ہے اگرچہ مین تعین عہد نہین کرسکا مگر بستی کے بہت ویران دومنزلہ سہ منزلہ عمارتون اور گھاٹ پر کی ایک منار نما برج سے پتہ لگتا ہے کہ یہ بستی بہت پرانی ہے - اس بستی کی کچھ دکھن اب دریا کسی شکستہ عمارت کے آثار ہین - اس جگہ کا نام جاترا باڑی ہے - معلوم ہوتا ہے کہ یہان کوئی فوجی چوکی ہوگی - پتھانون کے مشہور قلعہ ٹوک جانے کا راستہ بھی ادھر ہی سے ہے - مین خیال کرتا ہون کہ سنارگاؤن کی حفاظت کیلئے ادھر کوئی فوجی چھاونی ہونگی - واللہ اعلم بالصواب ٭

شیخ فتح اللہ مرحوم و مغفور

فتح اللہ نامی قصبہ کے اتر سڑک کے کنارے ایک چار دیواری کے اندر کئی پکی قبرین ہین - ان مین درمیانی قبربانی قصبہ

کی ہے - کہا جاتا ہے کہ آپ جہانگیر کے عہد میں یہاں آئے اور
اونہیں یہاں جاگیر ملی اور یہیں بس گئے لیکن کوئی سند یا فرمان باقی
نہیں ہے جس سے تصدیق ہوسکے - کہاجاتا ہے کہ تقسیم ورثہ کے ساتھ یہ انمول
چیزیں بھی ضائع ہوگئیں - یہ قصبہ جس میں تھانہ بھی ہے نارائن گنج سب
ڈویژن میں ہے - شاہی عہد میں یہ جگہ بہت اہم تھی کہ نارائن گنج
جانے کا یا نارائن گنج سے ڈھاکہ آنے کا راستہ اسی قصبہ کے پچھم نل کھالی
سے تھا جو اب جاڑے کے دنوں میں بند ہوجاتی ہے - یہاں بوڑھی گنگا
کے دونوں ساحلوں پر دو قلعہ تھا - دکھن ساحل پر جسے دھاپہ
کہتے ہیں وہاں جو قلعہ تھا اسکی کچھ نشانیاں اب بھی آنکھہ
والوں کو نظر آتی ہیں مگر اتر ساحل پر جو قلعہ تھا اوسکا اب
کوئی نشان باقی نہیں ہے - یہ دونوں قلعے آمنے سامنے تھے -
ایک بوڑھی گنگا کی حفاظت کرتا تھا اور دوسرا نل کھالی کی
دیدبانی کرتا تھا - ایسی اہم جگہ میں کوئی قابل اعتماد شخص
ہی رکھا جاتا چاہئے تھا اسلئے میرا خیال ہے کہ شیخ فتح اللہ
یا شاہ فتح اللہ کوئی فوجی منصب دار تھے - یہ بتلانا دشوار
ہے کہ آپ کس عہد میں تھے لیکن عہد افاغنہ میں یہ جگہ
بہت اہم تھی اور عالمگیر کے عہد میں بھی اس جگہ کی
اہمیت باقی تھی چنانچہ نل کھالی کے مشرقی جانب بھی
میر جملہ نے ایک قلعہ بنایا تھا جو اب بھی موجود ہے -
اور یہی نل کھالی ڈھاکہ آنے کا سیدھا راستہ تھا - یاد رکھئے کہ
بوڑھی گنگا سیدھے دکھن طرف جاکر ایچھا موتی یعنی دھلسری
میں گرتی تھی اور اوسکی دیدبانی کیلئے بھی میر جملہ نے دوسرا قلعہ

ادراکپور میں بنایا تھا جس میں اب منشی گنج کا S.D.O. رہتا ہے -
بہرحال فتح اللہ صاحب کوئی بڑے جاگیردار تھے مگر اب ایک
مختصر جائداد اونکے نام لیوون کے پاس رہگئی ہے ٭

روضۂ خان پور

یہ جگہ خان‌خانان محمد سعید اردستانی یعنی معظم خان
میرجملہ کے طرف منسوب ہے - اونہیں کے ساختہ قلعہ کے دکھن
ایک دوسری فصیل کے اندر ایک بڑی سہ گنبدی مسجد او،
اوسکے پورب گنبد کے اندر ایک قبر ہے - یہ چار دیواری بالکل
مربع ہے کہ ہر ضلع ۲۴۰ فٹ کا ہے - فصیل کی دیوار ۱۲ فٹ
اونچی ہے - دور سے یہ بھی ایک قلعہ ہی نظر آتا ہے - سوال
یہ ہے کہ گنبد کے اندر والی قبر کسکی ہے ؟ شائستہ خان کی جعلی
وصیت نامہ میں لکھا ہے کہ یہ بی بی مریم نامی شائستہ خان
کی ایک بیٹی کی قبر ہے - میں اس وصیت نامے کا حال لکھہ
چکا ہون کہ یہ بالکل غلط اور جعلی ہے - حقیقت یہ ہے کہ
نواب معظم خان خان خانان یعنی میر جملہ نے آسام کے جنگ
سے بحالت مرض کشتی کے ذریعہ آتے ہوے خضر پور
میں دوم رمضان سنہ ۱۰۷۳ ہجری میں رحلت فرمائی ۔
خضر پور نارائن گنج ہی کا نام ہے - اونکی نعش اسی
مسجد کے صحن میں امانت رکھی گئی اور اوسپر یہ گنبد
بنا دیا گیا - گویا یہ اصلاً میر جملہ کا مقبرہ ہے - نصر آبادی
کے تذکرہ سے معلوم ہوا کہ اونکا تابوت اکھاڑ کر مشہد

مقدس پہونچا دیا گیا اور روضۂ حضرت امام رضا علیہ السلام کی جوار میں دفن کیا گیا، اور حسب دستور قدیم اس گنبد کی قبر بھی بحالہ رکھدی گئی ۔

اتر فصیل کے سامنے ایک دوسری قبر ہے یہ اس مسجد کے ایک خطیب کی قبر ہے ۔ لوگ اونھیں دودہ شاہ کہتے تھے ۔ آدمی صاحب دل تھے ۔ اونھوں نے ڈیڑھ سو برس ہوے رحلت کی ہے ۔ دودہ شاہ اصلاً سفارگاؤں کے خوندکار زادے تھے ۔ تیسری قبر مزار کے پورب ہے، یہ دُرجن علی شاہ کی کہلاتی ہے، صحیح طرح معلوم نہیں یہ کون صاحب تھے ۔ نام سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی نو مسلم ہوں لیکن یہ وہ صاحب تو نہیں ہیں جنھوں نے میرجملہ کی مہم آسام میں راہ نمائی کی تھی ۔ واللہ اعلم ۔

مقبرۂ حاجی گنج

قلعۂ حاجی گنج کے اتر ایک مضبوط اور قدیم مسجد آباد ہے ۔ برآمدہ پیچھے بنا ہے مگر اسکو بھی سو سوا سو برس ہوگئے ۔ مسجد یقیناً پٹھانوں کیوقت کی ہے ۔ یہاں قدیم الایام سے خوندکاروں کا ایک خاندان بستا ہے اور وہی اس مسجد کی دیکھ بھال کرتا ہے ۔ اس مسجد کے پورب کئی پکی قبریں ہیں ۔ ادھر کے لوگ بہت احترام کرتے ہیں مگر کوئی نام تک نہیں جانتا ہے ۔ یہ قبریں بہت شکستہ ہوگئیں تھیں جسے ازسرنو 'سرکس' نامی ایک ارمنی کرسچن نے بنوادی ہے ۔

مزار شاہ محمد صدیق فرید پوری مرحوم و مغفور

یہ مزار عملہ پاڑہ نرائن گنج ٹاون میں ایک دالان کے اندر ہے ۔ آپ فرید پور کے رہنے والے تھے ۔ ولادت ۱۲۰۸ سنہ بنگلہ مد

کسلا نامی گاؤں میں ہوئی تھی - فارغ التحصیل مولوی تھے اور جناب شاہ احسن‌اللہ صاحب مصری‌کھولا کے خلیفہ تھے اور اونہیں‌کے طرح بڑی عمربھی پائی یعنے ۱۳۲ برس کی عمر میں وفات پائی - ۱۵ پھاگن سنہ ۱۳۳۸ بنگلہ وفات کی تاریخ ہے •

مولانا شاہ نجیب الدین چشتی مرحوم و مغفور

یہ مزار دولائی گنج اسٹیشن سے پورب تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلہ پر بائیں جانب ہے - آپکا انتقال ابھی کوئی ۵ برس ہوے ہوا ہے - آپ ضلع تیپرہ کے رہنے والے تھے - بچپن‌ہی سے بہت نیک تھے - طالب العلمی کا زمانہ ڈھاکہ میں گزرا - مدرسہ محسنیہ میں ہمیشہ اول آتے اور اولیت کا وظیفہ پاتے رہے - اونکی پابندی شریعت اور صوم و صلواۃ کی پابندی مدرسہ میں ضرب المثل تھی - اوس زمانہ میں یہاں انہوں نے ایک گنبدوالی مسجد بھی بنوادی تھی - ایام طالب‌العلمی‌ہی‌میں داعیۂ حق پیدا ہوا - سلسلۂ نظامیہ کے حلقہ بگوش ہوے - دنیا سے تعلق کم رکھتے تھے - صاحب اولاد تھے - اطراف بمبئی اور پونہ میں اور ادھر اطراف ڈھاکہ میں لوگ اونکے بہت معتقد تھے - بمرض فالج انتقال فرمایا - مجھپر بھی مہربان تھے - نعش بمبئی سے یہاں لائی گئی - اپنی بنوائی ہوئی مسجد کے سامنے دفن ہوے - اب مزار پر دوسرا گنبد بنوانے کی طیاری ہو رہی ہے •

شیعہ حضرات کی قبرین

عہد افاغنہ مین جو واقعۃً جہانگیر کے عہد مین ختم ہوتا ہے
یہان اہل تشیع کی موجودگی کی اطلاع نہین ملتی - جہانگیر کے
زمانے سے شیعہ حضرات آنے لگے' ان مین اہل ولایت زیادہ تھے' تجارت کے
ذریعہ کچھ حضرات نے قدیم زمینداریان خرید کرلی تھی اور کچھ
لوگونکو شادی کے ذریعہ امارت ملی تھی - ان مین کچھ شاہی
عہدہ دار بھی تھے مگر یہ آتے جاتے رہتے تھے - انکے ساتھ ارمنی
بھی آنے جانے لگے اور وہ بھی اکثر تجارت کرتے تھے اور بعد مین
زمینداریون کے مالک بھی بن گئے تھے - اخیر عہد مغلیہ مین ڈھاکہ
کے روساو کی بڑی تعداد (شہر مین) شیعہ تھی - ڈھاکہ کی
معاشرت و تمدن در اصل آگرے کی معاشرت و تمدن ہے لیکن اس
خاکہ پر اہل ایران کے تازہ تمدن نے بہت رنگ آمیزی کی - ان
حضرات کے ذریعہ شیعہ مذہب اونکے وابستگان مین پھیلا اور ڈھاکہ
کے اردو بولنے والے سنیون کو بھی اونکے مذہب نے غیرمحسوس طریقہ
پر متاثر کیا - بہرحال اب اس شہر مین سنی خوش باشون کی
طرح شیعہ بھی زوال پزیر ہین اور ساتھ ساتھ تمدن و معاشرت
مین بھی انقلاب عظیم برپا ہے *

نواب سید حسین الدین خان اعلی اللہ مقامہ

یہ ڈھاکے مین نائب ناظم تھے - سراج الدولہ کی سازش سے
صداقت محمد زمیندار بھاتی کے ہاتھون قلعۂ قدیم کے اندر شہید
ہوے - یہ واقعہ سنہ ۱۱۹۸ھ کا ہے - نواب سید حسین الدین

بڑے نیک نفس حاکم تھے - وہ اپنے باغ "باغ نواب حسین الدین خان" مین دفن ہوے جو آج نواب باغ یا نواب باغیچہ کہلاتا ہے - یہان جو بڑی مسجد ہے اسکے مقابل ایک سڑک دریا تک گئی ہے - اسی سڑک پر پچھم جانب ایک کوچہ مین نواب مرحوم اور اونکے خاندان کی قبرین ہین - تقریباً ۴۰ برس ہوے کسی تقریب سے یہ قبر کھل گئی تھی سیکڑون لوگون نے دیکھا کہ اس شہید کی نعش سالم ہے' حتی کہ نعش کے نیچے جو سیتل پاٹی بچھی تھی' وہ تک سالم ہے' کفن تک میلا نہین ہوا ہے - یہ دیکھکر قبر فوراً بند کردی گئی *

روضۂ نواب جسارت خان مرحوم

نواب جسارت خان قم (ایران) کے مجتہد زادے تھے - نواب حسین الدین خان کی شہادت کے بعد نائب ناظم مقرر ہوکر ڈھاکہ آے - ۲۰ برس تک اس عہدہ پر قائم رہے پھر نواب میر محمد قاسم نے اونکو اپنی رفاقت مین بلوا لیا مگر جسوقت میر محمد قاسم آوارۂ دشت غربت ہوے تو اونہون نے رفاقت چھوڑ دی - انگریزون نے اونہین ڈھاکہ مین پھر سابقہ عہدہ پر مقرر کردیا - اسی عہد مین بنگالہ کی حکومت کمپنی کے ہاتھ آئی تو کمپنی نے پانچ ہزار روپیہ ماہوار پر اونکو براے نام اسی عہدہ پر قائم رکھا کہ لوگ تبدیل حکومت کا احساس نکرسکین - اونہون نے بڑی عمر پائی اور سنہ ۱۷۸۹ع مین انتقال کیا -

بازار نواب گنج مین برسر راہ دکھن جانب اونچی زمین پر ایک دالان نظر آتا ہے - اسمین ایک قبر ہے جسپر ہر وقت غلاف

اور شامیانہ اور شب کو روشنی کیلئے فانوس موجود رھتا ھے ۔ یہی نواب جسارت خان کی قبر ھے ۔ اس دالان سے باھر جو ایک قبر ھے یہ مرحوم کے بڑے نواسے سید محمد خان المخاطب بنواب حشمت جنگ کی قبر ھے جنہوں نے سنہ ۱۷۹۶ع یعنی صرف سات برس مسند نشین رھکر رحلت کی ۔ یہ قبر اب بے نشان ہو رھی ھے ۔ آج سے تقریباً پچاس برس پہلے یہاں دھمال فقرا رقص آتشین سال میں ایک بار ضرور کیا کرتے تھے اب دھمال فقیر نظر ھی نہیں آتے اور نہ رقص آتشین کا رواج رہا ھے ۔

نواب سید حسین الدین خان کے دفن ھونے کے بعد یہ پورا باغ قبرستان بن گیا تھا اور اکثر شیعہ عمائدین قدیم یہاں مدفون ھوتے رھے اب یہ محلہ مسلمانوں سے پھر آباد ھو گیا ھے اور قبریں بے نشان ھو گئی ھیں ٭

روضۂ نواب نصرت جنگ

یہ یک منزلہ مکان جس میں تین کمرے ھیں حسینی دالان کے زینے کے پورب ھے ۔ ان کمروں میں نواب انتظام الدولہ نصیر الملک سید علی خان نصرت جنگ المتوفی سنہ ۱۲۲۷ھ جو نواب جسارت خان کے مجھلے نواسہ تھے اور انکے چھوٹے بھائی نواب شمس الدولہ امیر الملک سید احمد علی خان ذوالفقار جنگ المتوفی سنہ ۱۲۴۶ھ اور انکے بیٹے نواب قمر الدولہ شمس الملک سید جلال الدین خان منصور جنگ المتوفی سنہ ۱۲۵۹ھ اور سید محمد علی فاضل جو نواب جسارت خان کے داماد اور اپنے زمانے میں بہت بڑے فاضل تھے اور بعض بیگمات دفن ھیں ۔

ان سب قبروں پر سیاہ قبرپوش اور شامیانہ ہے اور قرآن خوان مقرر ہے جسکی تنخواہ حسینی دالان کے فنڈ سے دی جاتی ہے۔

مقابر حسینی دالان

پہلے حسینی دالان کے متعلق چند سطرین ملاحظہ فرمائیے :—
کہا جاتا ہے کہ ایک حسینیہ یا تعزیہ خانہ عالمگیر کے عہد مین میر مراد نامی ایک شخص نے شہر مین بنوایا تھا جو یہان امیرالبحر تھا - یہ صحیح ہو یا غلط مگر گمان ہوتا ہے کہ شاید کبھی کوئی چھوٹاسا تعزیہ خانہ یہین کہین ہوگا جو امتداد زمانہ سے منہدم ہوگیا ہوگا۔ نواب نصرت جنگ نے نہایت خاموشی سے ایک عظیم الشان عمارت دو منزلہ بنوائی جسکا ایک حصہ (دکھن) سنیون کیلئے مخصوص کردیا اور ایک کتبہ میر مراد کے نام سے لگوا دیا - اس عمارت کا بالائی منزل سنہ ۹۷ کے زلزلہ مین منہدم ہو گیا تھا جسے نواب سر احسن اللہ مرحوم نے ۹۹ ہزار روپیہ کے صرفہ سے از سر نو بنوا دیا ہے۔ جو تاریخ پتھر پر کندہ شدہ نصب ہے اوسمین سنۂ تعمیر سنہ ۱۰۵۲ لکھا ہے مگر مین بوجوہات ذیل حسینی دالان کو اتنی قدیم عمارت نہین مان سکتا :—

(۱) زلزلہ سے پہلے کی جو تعمیر اب بھی باقی ہے وہ تمام شہتیر برگہ کی ہے - اوس عہد یا اوسکے سو برس بعد تک کی بھی ڈھاکہ مین کوئی عمارت شتہیر برگہ کی نہین ہے' یعنے سب اداو ہے۔ اوسی عہد کی ایک بڑی عمارت بڑا کٹھرہ ہے لیکن پوری عمارت مین کہین لکڑی کا استعمال نہین ہوا ہے - شہتیر برگہ کی عمارت اتنی قدیم نہین ہو سکتی کہ یہ رواج ہی نہین تھا ۔

(۲) جو پتھر کتبۂ تاریخ کا نصب ہے یہ بھی جعلی ہے کہ اس زمانہ کے بہت بعد تک بھی کسی عمارت میں ایسا ذلیل پتھر استعمال نہیں ہوا ہے کہ یہ مرزا پوری معمولی بلوا پتھر ہے جو ڈھاکہ میں بطور سل آج بھی استعمال ہوتا ہے اور اوسپر جو تاریخ کندہ ہے اوسکے چوگرد حاشیہ جو ہے وہ نقاشی کے لحاظ سے نہایت ہی ادنی درجے کا ہے اور پتھر بھی سائز میں نہایت مختصر ہے حالانکہ اوس عہد میں اتنا مختصر ٹکڑا اتنی بڑی عمارت کیلئے استعمال کرنا مستبعد ہے - اس عہد کی جتنی عمارت ہے سب میں سیاہ پتھر کا کتبہ ہے حتی کہ میر مراد کی قبر کا پتھر بھی سیاہ ہے -

(۳) برآمدے کی طرف جو پائے ہیں اوسے لوگوں نے زلزلہ کے پہلے بھی دیکھا ہے اور زلزلہ کے بعد ٹھیک اوس نمونے کے پائے بنے ہیں یہ رومن طرز تعمیر کے ہیں - عہد مغلیہ کی کسی عمارت میں کہیں بھی ایسے پائے نظر نہیں آتے - یہ تو صاف مغربی طرز ہے اور عہد شاہجہانی یا عالم گیری میں یہ طرز یہاں پہونچی ہی نہیں تھی -

یہ جو عام شہرت ہے کہ یہ عالمگیر کے زمانہ کی عمارت ہے یہ بھی محض غلط ہے - کیونکہ عالم گیر سنہ ۱۰۶۸ ہجری میں تخت نشین ہوا ہے اور کتبہ کی نقل یہ ہے :—

در زمان بادشاہ با وقار
آن عظیم الشان شاہ نامدار
ساخت این ماتم سرا سید مراد
در سن پنجاہ و دو بریک ہزار

مقامی روایت سے بھی یہ ثابت ہے کہ یہ عمارت نواب نصرت جنگ نے بنوائی ہے - مگر چونکہ یہاں یا ان اطراف میں کسی زمانےمیں میرمراد کی قبرموجود تھی اسلئے یہ عمارت بھی میر مراد کی طرف آسانی سے منسوب ہوگئی یا کردی گئی -

معلوم ہوتا ہے کہ اس جعلی عمارت کے بانی یا بانیوں کو بادشاہ عہد کے نام میں بھی شبہ تھا یا ارادۃً دھوکا دینا چاہتے تھے - یاد رکھئے کہ یہ عہد شاہجہاں کا ہے اور ڈھاکہ میں سلطان محمد شجاع اپنے باپ کی طرف سے گورنر ہے - بڑا کٹھرہ کی عظیم الشان عمارت' چوڑی ہٹہ کی مسجد اور عیدگاہ یہ سب اوسی عہد کی عمارتیں ہیں اب صاف معلوم ہو گیا ہوگا کہ حسینی دالان کی عمارت عہد کمپنی کی تعمیر ہے اور اسکا کوئی حصہ بھی عالم گیری عہد کا نہیں ہے -

میرے لڑکپن میں دالان کے نیچے اور میدان میں قبریں کم تھیں مگر فی ثروت اب حسینی دالان کے فنڈ میں مقررہ رقم داخل کرکے حضرات شیعہ یہیں دفن ہوتے ہیں - بہرحال اس عمارت کے میدان اور خود عمارت کی زیرین حصہ میں متعدد شیعہ حضرات آسودہ ہیں جن میں حضرات ذیل کی تاریخ وفات معلوم ہے -

سید محمد باقر طباطبائی صاحب دیوان فارسی المتوفی سنہ ۱۹۱۰عیسوی - آقا محمد کاظم شیرازی المتوفی سنہ ۱۳۳۳ھجری - میرے دوست مرزا محمد جواد شیرازی المتوفی سنہ ۱۳۳۰ھجری - مرزا محمد صادق شیرازی المتوفی

سنہ ۱۹۱۰ع - سید محمد علی طباطبائی المتوفی سنہ ۱۳۰۲ھ - اور یہ سب لوگ دالان کے نیچے مدفون ہیں -

میرے مکرم مولوی میر وزیر علی نامی تخلص المتوفی سنہ ۱۹۰۹ع - سید محمد علی عرف محمدو مرزا نامور داروغہ حسینی دالان المتوفی سنہ ۱۳۱۸ھ - میرے عزیز دوست سید احمد علی عرف گندہ صاحب المتوفی سنہ ۱۳۳۷ ہجری - سید عباس علی المتوفی ۱۳۴۹ ہجری - محبی مرزا گوہر علی گوہرؔ المتوفی سنہ ۱۳۵۷ ہجری - یہ حضرات میدان میں آسودہ ہیں -

یہاں ایک امر اور قابل اندراج ہے کہ میر مراد جنکے نام سے یہ حسینیہ نامزد ہے وہ بھی یہیں مدفون ہیں - کہا جاتا ہے کہ اونکی قبر موجودہ زینہ کے اندر آ گئی ہے - حسب ذیل تاریخ دیوار پر لگادی گئی ہے :-

میر فیاض چو ز دنیا رفت
گشت از رحمت الہی شاد
بود از دل چو خادم حسنین
حق نعیمش جزاے احسان داد
گفت تاریخ فوت او ہاتف
با حسن باد حشر میر مراد
۱۱۳۱ ہجری

گویا حسینی دالان کی تعمیر کے بعد بھی میر مراد تقریباً ۸۰ برس زندہ رہے پھر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ سنہ ۱۱۳۱ھ کے

بعد سے سنہ ۱۲۴۹ھ تک یہاں کوئی شیعہ دفن نہیں ہوا کہ اس درمیان کی کوئی قبر یہاں نہیں ہے - اگرچہ یہ خود معرض بحث میں ہے کہ یہ حسینیہ میر مراد نے بنوایا یا اور کسی نے - فانہم و فتدبر ٭

قبر چودھری سید عبد اللہ مرحوم

رمنہ کے جھیل کے کنارے ایک حظیرہ کے اندر یہ قبر ہے - یہ بھوادی الیہ کے مشہور زمیندار تھے' اب تمام زمینداری نواب اسٹیٹ ڈھاکہ کے شامل ہوگئی ہے - ڈھاکہ میں شیعہ اور سنی بڑی محبت اور آشتی کے ساتھ ہمیشہ سے رہتے سہتے آئے تھے - چودھری صاحب نے یہاں مجلس تبرا مع شی زائد برپا کیا (میں پوری تفصیل جانتا ہوں مگر بیان کرکے داوں کو خراب کرنا فساد سمجھتا ہوں ان اللہ لا یحب المفسدین) اس سے یہاں پہلی مرتبہ بڑا فساد ہوا - الحمد للہ یہی پہلا اور یہی آخری فساد تھا - چودھری صاحب نے اپنے عمل سے جو خرابی پیدا کی تھی وہ اونہیں پر ختم ہو گئی لیکن دلوں کی خرابیاں آج تک تھوڑی بہت باقی ہیں - اب مرحوم کے وارثوں میں از جنس ذکور کوئی باقی نہیں ہے ٭

ستا روضہ

یہ محلہ صاحب مزار کے نام سے ست روضہ کہلاتا ہے - کہ آپ کا نام شاہ نضے تھا' ایک لداو چھت کے نیچے آپ کا مزار ہے - یہ نواب نصرت جنگ کے عہد میں ایک مجذوب تھے -

اونکا مکان بھی یہین تھا' اونکی تصویر عالم مصور کے مرقع جلوس محرم مین شاہ محمدی صاحب کے ساتھ ننگ دھڑنگ صرف لنگوٹی باندھے نظر آتی ہے - لوگ اونکو شاہ تضے کہتے تھے مگر مین خیال کرتا ہون کہ اونکا نام مرتضے ہوگا - کچھ لوگ شاہ تازا بھی بتلاتے ہین - شہر مین یہ روایت عام ہے کہ وہ صرف دو شخصون کیلئے ایک کمبل لپیٹ لیتے تھے' ایک مغ بازار کے شاہ محمدی رحمۃ اللہ علیہ کیلئے اور دوسرے نواب نصرت جنگ کیلئے - شاہ صاحب کہ خود بزرگ اور بزرگزادے تھے اونکی تعظیم تو سمجھ مین آئی لیکن نواب نصرت جنگ کی تعظیم کیون ؟ مگر مجذوبون کی بات سمجھنے کے درپے ہونا حماقت ہے - اونکے ہاتھہ مین ایک لوہے کا کڑا رہتا تھا اب وہ کڑا اونکے مزار پر رکھا ہوا ہے - اونکی اولاد اور سارا خاندان اب تک شیعہ ہی ہے - اونکے بارے مین بھی یہ فیصلہ شدہ امر ہے کہ وہ شیعہ تھے - و اللہ اعلم •

مقبرہ آقا فضل علی مرحوم

بازار آقا فضل علی کے بانی کا ہزوار حسینی دالان کے دکھن دروازہ کے ساتھ تھا اب صرف ایک پکی قبر رہگئی ہے جو اونکے لڑکے کی ہے - یہ ڈھاکہ کے بڑے زمیندارون مین تھے •

مقبرۂ مرزا کاظم علی خان مرحوم

مرزا کاظم علی خان ابن مرزا باقر علی خان بن نواب کاظم علی خان فوجدار ہوگلی - بڑے نامی اور خاندانی رئیس تھے -

اب یہ گھر براےنام باقی رہگیا ھےجنمین مرزا اخترعلی‌خان اور مرزا حسن‌قلی‌خان زندہ ھین' خدا اونھین سلامت‌رکھے - یہ مقبرہ پلٹو کی مسجد کے پورب ڈھاکہ میوزیم کے دکھن ایک مختصر چار دیواری کے اندر ھے - یہان معتدد قبرین ھین مگر یہ بتلانا دشوار ھے کہ کون قبر کسکی ھے - معلوم ھوتا ھے کہ یہ مقبرہ سنہ ۱۲۴۹ھ کے بعد بنا ھے کہ احمدی بیگم مرحومہ کی قبر حسینی دالان مین ھے جو مرزا محمد خان خلف مرزا کاظم علی خان کی بیٹی تھین •

مرقد مرزا علی نقی خان مرحوم

مرزا صاحب دھلوی‌الاصل تھے - یہان شہر امینی کے عہدۂ جلیلہ پر مامور تھے - نواب حسین الدین خان کے حادثۂ قتل مین اونکا ذکر خیر تاریخ مین آتا ھے - اونکی ڈیوڑی آج بھی‌مشھور ھے مگر اونکی قبر آسمان تلے چمارو مرزا مرحوم کے مکان کے پورب ھے - اونکے ایک چھوٹے بھائی مرزا عسکر علی خان عسکر شاعر بھی تھے جو زیادہ تر مرشد آباد مین رھتے تھے - مرزا علی نقی خان کے خاندان مین ایک صاحب دو برس پہلے تک موجود تھے جو گاڑی چلاتے تھے - فاعتبروا یا اولی الابصار •

مزار آقا نواب مرحوم

محلہ ڈیوڑھی آقا نواب مین ایک احاطہ کے اندر ڈھاکہ کے مشھور رئیس آقا نواب کی قبر ھے - اونکے ساتھ دوسری قبر اونکی نواسی ظہور النساء خانم اور تیسری قبر میر غضنفر علی کی ھے - اور دوسرے قطار مین دو قبرین ھین - ایک میر شجاعت علی موڑی والے کی

اور دوسری اونکی بیوی جمیل النساء خانم کی - قبرستان کے ایک حصہ مین کوئلہ کی دکان ہے *

پنجتن کی درگاہ

چوک سرکلر روڈ اور جیل روڈ کے مقام اتصال پر پورب جانب ایک چبوترہ ہے جسمین پہلے ایک دیـــوار بھی تھی جس مین بہت سے طاقچے بنے تھے - جمعرات کو اور خاصکر شب برات مین یہان روشنی ہوتی تھی - اسکے پورب طرف ایک قبر کا نشان بھی تھـا اب نہ دیوار رہی اور نہ قبـر صرف وہ چبوتـرا علی حالـہ باقی ہے - مین نے لڑکپن مین دیکھا کہ شہر کے مہوسین وہان جمع ہوکر تبادلۂ خیالات کرتے تھے *

قبور محاذی مولوی بازار

مولوی بازار کے اتر سڑک کنارے چند قبـرین نظـر آتی ہین یہ حکیم میر قربان علی مرحوم کے خاندان کی ہین - زیادہ حال معلوم نہین ہوسکا *

روضۂ میان صندل

میان صندل خواجہ سرا کی قبر حسینی دالان کے نوبت خانہ کے پچھم جانب احاطـــہ سے باھـر ایک کوٹھری مین ہے اصل قبـــر سردابـہ مین ہے - میان صنـــدل کے بارے مین اس قدر معلوم ہے کہ وہ کسی نائب ناظـم کے حرم سرا کے ناظر تھے - واللہ اعلم *

قبرستان میر نواب مرحوم

یہ قبرستان مسلم ہال کے پلے گراونڈ میں تکونیہ تالاب کے اتر جانب ہے جہاں چند پکی قبریں ہیں - یہیں نواب نصرت جنگ کے عہد کے مشہور امیر کبیر میر نواب اور اونکے لڑکے میر شجاعت علی اور اس خاندان والوں کی قبریں ہیں - یونیورسٹی بننے سے پہلے ان قبرونکی بڑی بےحرمتی ہوتی تھی کہ غیرمسلم لڑکے قبروں پر بیٹھکر کھیل دیکھتے یا تاش کھیلتے تھے - اوس عہد میں یہ پلے گراونڈ ڈھاکہ کالج سے متعلق تھاجسکے پرنسپل علیگڑہ کےمشہور بدنام انگریز ارچبولڈ تھے - میں نے بہ حیثیت سکرٹری ڈسٹرکٹ مسلم اسوسی ایشن بطور احتجاج اونکو لکھا تو یہ تحریری جواب ملا کہ مسلمانوں کو کہئے وہ ان قبرونکو یہاں سے اور کہیں لے جائیں مگر یہ قبریں اپنی جگہ آج بھی موجود ہیں مگر ارچبولڈ شاید دنیا میں بھی نہیں ہیں *

مزارات میر براتی جان و میر امیر علی مرحوم

یہ بھی ایک قدیم خاندان تھا کہ آج بالکل گمنام ہوگیا - میر امیر علی کا ایک لڑکا تھا میر امیر حسن جو میرا بھی لڑکپن کا دوست تھا - یہ خاندان بڑے کٹھرے میں رہتا تھا - یونیورسٹی کے بلڈنگ کے پچھم اتر جانب دونوں باپ بیٹے سوتے ہیں - امیر علی شاعر بھی تھے اور تائب تخلص کرتے تھے' اونکا ذکر رسالۂ شعراے ڈھاکہ میں ہوگا انشاء اللہ *

مزار میر عبدہ مرحوم

اصل نام مرزا لطیف حسین ہے، میر عبدہ عرف ہے ۔ بڑے نامی زمیندار تھے - اونکی قبر یونیورسٹی کے پچھم جگنناتھہ ہال سے جو راستہ بخشی بازار کی طرف آتا ہے اوسکے بائین جانب ہے ۔ انکے ساتھ اونکی بیوی کی بھی قبر ہے جسکی صرف سرھانے اور پیتھانے کی نشانی رھگئی ہے ۔

قبر میر اشرف علی مرحوم

میر اشرف علی قندھار یا ھرات کے رھنے والے تھے - بشغل تجارت یا ملازمت یہان آئے اور یہین متاھل ھوے اور بس گئے - ڈھاکہ مین اپنے زمانے مین سب سے بڑے رئیس اور متمول تھے - اور سب سے پہلے اونھین کے دو صاحبزادون نے (سید علی مہدی اور سید علی حسین) خان بہادری کا خطاب پایا تھا کہ اونھون نے پہلی جنگ برھما مین سرکار کی بہت مدد کی تھی ۔ نواب شمس الدولہ نے اسی صد پر اپنے غلام یا ملازم میان ننکو کو سپریم کونسل مین لکھکر خان بہادری دلائی تھی - جب شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحفۂ اثنا عشریہ تصنیف فرمایا اور یہان وہ کتاب پہونچی تو ان میر اشرف علی صاحب نے دس ھزار روپیہ تحفہ کے جواب لکھنے کیلئے عراق بھیجا تھا - انکے دونون صاحبزادے کی زمانے مین زمینداری نیلام ھوگئی - ع ہوش در خشامد ولے دولتہا مستعجل بود ۔ اونھین کے پر پوتے تھے خاتم شعراے فارسی سید محمود آزاد اور اردو کے مشہور ادیب نواب سید محمد صاحبان مگر یہ حضرات سنی

ہوگئے تھے - میر اشرف علی مرحوم کی قبر ریلوے اسٹاف کوارٹر روڈ میں بنگلہ نمبر ۱۷ کے احاطہ کے اندر اونچی قبر ہے - قبر تک پہونچنے کیلئے ایک گلی چھوڑدی گئی ہے *

سید کی قبریں

بچھارام کی ڈیوڑھی سے جو سڑک بیگم بازار جاتی ہے اوسکے مغربی کنارے مسلسل چار قبریں ہیں جو سید کی قبریں کہلاتی ہیں۔ لوگ بہت زیادہ احترام کرتے ہیں - دراصل یہ قبریں ہیں سید جان طباطبائی مرحوم کے سسرال والوں کی - اسکے بغل (اتر جانب) میں جو مسلمانوں کی چھوٹی سی بستی ہے یہاں مرزا زین الدین حسین کے آبا و اجداد مدفون ہیں - مرزا مذکور کا امام باڑہ مشہور تھا وہ بھی کھد کر بے نشان ہوگیا - اب بھی کئی پکی قبریں نظر آتی ہیں - سڑک کے مشرقی جانب مرزا فتح علی، مرزا حیدر شلی اور مرزا مہدی کی قبریں ہیں شیرازی ہاوس کے اتر یہ خراب و خستہ قبریں آج بھی موجود ہیں *

مرزا آقا مسیح مرحوم

یہ مزارات ایک مختصر احاطہ کے اندر ہے جو اب نابود ہوگیا ہے - اوس سڑک کے اتر کنارے جو بازار عبد الہادی سے نکلکر اسٹیشن کی طرف جاتی ہے - یہاں تین قبریں ہیں جن میں سے ایک آقا مسیح مرحوم کی اور باقی اونکی بیوی بچے کی ہیں - یہ ڈھاکہ کے شیعی رئیس تھے مگر عہد معلوم نہیں - لوگوں کا خیال ہے کہ آقا مسیح اور آقا صادق بھائی تھے جنکا بازار آج بھی مشہور ہے اور اونکی قبر بھی یہیں ہے *

قبر جان مرزا مرحوم

محلہ ڈیوڑھی آقا مسیح کی بڑی مسجد کے پشت پر ایک گنبد کی ایک چھوٹی سی ویران مسجد ہے - یہ مسجد ڈاکٹر صفدر مرزا کی بنوائی ہوئی ہے' اس کے صحن میں صفدر مرزا اور جان مرزا اور مرزا فیروز علی فیروز وغیرہم مدفون ہیں - اس خاندان میں اب مرزا منظر علی منظر اور اونکے برادران ہیں - اللہ سلامت رکھے *

مزارات سید محمد رضا و سید احمد رضا مرحوم

حسینی دالان روڈ پر دکھن جانب ایک احاطہ میں حاجی سید احمد رضا مرحوم کا خاندانی قبرستان ہے - یہیں اونکے والد سید محمد رضا خان مرشد آبادی بھی مدفون ہیں - حاجی سید احمد رضا مرحوم میرے والد ماجد کے اچھے دوست اور بڑے معاملہ فہم بزرگ تھے - یہ خاندان میر جعفر کی اولاد میں سے ہے اور مرشد آباد سے یہاں آنکر بسا ہے - میرے محترم دوست سید باقر علی خان نجفی انہیں سید احمد رضا مرحوم کے خلف اکبر اور بہت با خبر شخص ہیں *

قبر در مسجد تانت خانہ

یہ پہلے ایک چھوٹی سی دالانی مسجد تھی' اب محلہ والون نے وسیع کر دیا ہے - اسکے اتر جانب متصل دیوار مسجد ایک قبر ہے جو مرزا نواب کی کہلاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ وہ علی نقی خان کے رشتہ دار تھے - و اللہ اعلم *

استدراک

[چند مزارات جنمیں کچھ میرے حافظہ سے اتر گئے تھے
اور کچھ ختم کتاب کے بعد معلوم ہوے'
درج کرنا ضروری سمجھتا ہون]



قبر نواب رشید خان مغفور

یہ قبر وارڈ نمبر ۷ میں فیل‌خانۂ سابق کی گنبدی مسجد کے دکھن ہے - قبرتک آنا جانا اب دشوار ہے - نواب مرحوم عہد عالمگیری کے منصب دار ہیں - وہ ریاست کے ساتھ صاحب دل بھی سمجھے جاتے ہیں - اونکا باغ کنٹونمنٹ کے دس نمبر بارک کے پچھم تھا اب صرف ایک تالاب رہگیا ہے جسکی مٹی بہت سرخ ہے جو شہر کے تمام ذنذخانوں میں بطور تبرک لائی جاتی تھی - اس تالاب کے ایک ساحل پر مادح پہلوان کی قبر ہے جسکے بارے میں مقامی روایت ہے کہ وہ ڈھاکہ میں فن کشتی کے بہت بڑے استاد تھے ۔

نا معلوم الاسم قبرین

ستره پور کے تھانہ کے متصل پچھم طرف ایک ھندو کا مکان ھے اسکے آنگن میں ایک پکی قبر ھے - صاحب مکان جسے ھمیشہ صاف ستھرا رکھتا ھے اور کوئی زیارت کو جانے چاھے تو جانے بھی دیتا ھے - اس سے زیادہ کچھ معلوم نہیں - اسی

طرح لوہے کے پل کے پار بھٹی‌خانہ روڈ پر پچھم جانب الگ الگ مقام پر دو پکی قبریں ھیں - محلہ والے بہت احترام کرتے ھیں مگر نام کسیکو معلوم نہیں - اس طرح محلہ کولھو‌ٹولہ جو والٹر روڈ پر ھے ایک پکا مزار ھے - جب مسلمان یہان رھتے تھے تو صاف ستھرا بھی تھا' آج کیا حال ھے معلوم نہیں •

قبر میر غلام مصطفی مرحوم و مغفور

اصلاً وہ سنارگاؤں کے شرفاے با نام و نشان میں سے تھے - عدالت میں وکالت کرتے تھے - دری کے نامور منشی اور موسیقی سے بھی شغف رکھتے تھے - چار ابرو صاف سیاہ چارخانے کا پائجامہ اور لال چارخانے کا کرتہ' ترکی ٹوپی پہنتے تھے - کہیں باھر جانا ھوا تو اسی چارخانے کے کرتے پر جامدانی کی اچکن پہن لیتے تھے - بہت زیرک اور با خبر شخص تھے - ڈھاکہ میں وہ غالب کے شاگرد کہلاتے تھے مگر حقیقت یہ ھے کہ وہ غالب کے صرف پیرو تھے - مکتوبات کا مجموعہ "گرد پاھنگ غالب" اونکے پوتے محبی سید طیفور صاحب کے پاس محفوظ ھے - میر صاحب مرحوم بھاگلپور کے شاہ نجیب اللہ صاحب قبلہ کے دست گرفتہ تھے - فارسی اونھوں نے شاہ قمر الدین صاحب سجادہ نشین آستانہ میان صاحب سے پڑھی تھی - اونکے نام پر بچھارام کی ڈیوڑھی میں ایک کوچہ نامزد ھے -

اب اونکے دو پوتے ایک مذکور الصدر اور دوسرے مولوی سید نور الحق صاحب باعزت و نام بسر کرتے ھیں - خدا سلامت

رکھے - اونکی قبر محلہ صدیق بازار میں ہے - قبر پر یہ تاریخ نوشتۂ فاضل جلیل فدا علی خان رامپوری مغفور کندہ ہے :-

چون آن چشم و چراغ زہد و تقوی
زسر تا پا مجسم چشمۂ نور
سیادت را مشید زو مبانی
کرامت بذاتش خانہ معمور
سرو سالار سادات زمانہ
کزایشان کردہ ایزد رجس را دور
بہنگام زوال مہر انور
شد از چشم جہان ناگاہ مستور
ہم از احفاد و امجدادش جوانے
بنام سید طیفور مشہور
نشاند این سنگ را جاے مزارش
مساعی جمیلش باد مشکور
چو درخواست از خدا سال وصالش
سر اندہ بریدہ گفت مغفور
۱۳۲۶ - ۱ = ۱۳۲۵

حلیم شاہ مغفور

اسی شہر کے رہنے والے تھے - تھٹیری بازار میں رہتے تھے جہاں سے مسلمان اب نکال دئے گئے - شروع جوانی میں نرسنگ شاہ مرحوم کے حلقہ بگوش ہوے - اونہیں کے خلیفہ کہلاتے

تھے - بہت خاموش شخص تھے - ۷ ربیع الاول مطابق ۲۵ مارچ سنہ ۱۹۴۴ع رحلت کی - ۶۰ سے زیادہ عمر تھی - اپنے مسکن (محلہ عبد الھادی لین) مین دفن ھوے - مرنے سے ۲۰ منٹ پہلے مجھے بلوایا گیا تھا' ایک خوراک دوا کھاکر اور سنت پوری کرکے جنت کو سدھارے - خوب لوگ تھے •

مقبرۂ پاکھرتلی

مابین ھسپتال اور مڈیکل اسکول دریا کنارے ایک مسجد ھے جسکے صحن مین ۳ قبرین پکی نظر آتی ھین - حسب دستور اسے بھی نواب شائستہ خان کے رشتدارون کی قبر بتلائی جاتی ھے - (بیشک مسجد شائستہ خان کی بنوائی ھوئی ھے) - بہت پہلے اسکے کچھ اتر ایک گنبد مین لاڈلی بیگم دختر نواب مرحوم کی قبر تھی - یہ گنبد کھد گیا اور قبر بے نشان ھو گئی -

مزار در محلہ سقۂ ٹولی

بمر سر راہ پیپل تلے ایک پختہ مزار ھے - محلہ والے بہت عزت و احترام کرتے ھین مگر نام کسیکو معلوم نہین - محلہ کے بڑے بوڑھون کا بیان ھے کہ اونکے باپ دادون نے بھی یہ قبر ایسی ھی دیکھی ھے - یہ محلہ بہت پرانہ محلہ ھے کہ پٹھانون کے عہد مین آباد ھوا ھے - اسکے ھم پہلو دوسرا محلہ فوجی پاڑہ ھے جو اب منشی پاڑہ کہلاتا ھے •

قبر یا سمادہ کریم شاہ

یہ غفرگاؤن ضلع میمنسنگہ کے رھنے والے تھے - آج سے تیس پینتیس سال پہلے ڈھاکہ آگئے تھے اور محلہ املی گولہ مین رھتے

تھے - وھین ایک بڑا مکان بنوا لیا تھا - وہ مرے تو اپنی وصیت کے مطابق اونکو نمک مین رکھکر حالت جلوس مین گاڑ کر ایک گنبد بنا دیا گیا اور ایک چھوٹی سی مسجد بھی بنادی گئی جو اذان اور نماز سے محروم ہے - اب اونکے داماد مولوی ارشاد اللہ صاحب سودا رامی اونکے جانشین ہین -

کریم شاہ کی تعلیم و تربیت ایک ہندو سادھو سے ہوئی تھی اور اونکی زندگی بھر یہ اثر قائم رہا اور مرنے کے بعد بھی حسب وصیت خود وہ خلاف طریقۂ اسلام دفن ہوے - انا للہ و انا الیہ راجعون *

اللهم اغفر لجميع المؤمنين و المؤمنات الاحياء منهم و الاموات - برحمتك يا ارحم الراحمين *

آمین

